ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان
5 مئی ۲۰۱۵ء —— رجب ۱۴۳۶ھ

ہماری ترقی

مشرق وسطی کی صورت حال اور امریکا

قادیانیت کے خلاف تاریخی فیصلے اور قرار دادیں

امت مسلمہ کی تباہ حالی کا سبب اور علاج

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل واسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جاسکتا ہے کہ علماء حق ومرشدین صادقین کا فقدان اور علماء سوء ومفسدین رجالین کی کثرت

"رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا" (الاحزاب، ۶۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی، سوانھوں نے ہمیں سیدھی راہ سے گمراہ کردیا

اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے؟ تو اس کو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیے کہ:

"لَا یَصْلُحُ آخِرُ ھٰذِہِ الاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِہٖ اَوَّلُھَا"

یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی تاوقتیکہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی وحقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ
(البلاغ، جلد ۱، شمارہ ۱، ۱۲/ نومبر ۱۹۱۵ء)

پانچ روزہ

تحفظ ختم نبوّت کورس

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

24 تا 28
مئی 2015

زیر سرپرستی

ابنِ امیرِ شریعتؒ
حضرت پیرجی

سیّد عطاء المہیمن بُخاری
دامت برکاتہم

امیر مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مدرسین

مفکر اسلام، شیخ الحدیث
حضرت مولانا
زاہد الراشدی مدظلہ
سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

مبلغ اسلام حضرت
عبدالرؤف فاروقی
سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام (س) پاکستان

جناب
عبداللطیف خالد چیمہ
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

مناظر ختم نبوت
مولانا محمد مغیرہ مدظلہ
خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر

جانشین محقق اہل سنت، مولانا ابوریحان سیالکوٹی رحمہ اللہ
مجاہد ختم نبوت
حافظ مولانا **عبیداللہ** حفظہ اللہ
اسلام آباد

سیّد محمد کفیل بخاری
مدیر "ماہنامہ نقیب ختم نبوت" ملتان

ابنِ ابوذر
حافظ سید **محمد معاویہ بخاری**
مدیر "ماہنامہ الاحرار" ملتان

مبلغِ ختمِ نبوت
مولانا تنویر الحسن
مرکزِ احرار تلہ گنگ (چکوال)

عنوانات

1- عقیدۂ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی
2- حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
3- انکارِ ختم نبوت پر مبنی فتنوں کی تاریخ
4- ردّ قادیانیت پر بحث ومکالمہ کا طریقہ کار
5- آئین سے متصادم قادیانی سرگرمیاں
6- احرار اور محاسبۂ قادیانیت
7- تعارف وتاریخ مجلس احرار اسلام
8- اسلام، مغرب اور انسانی حقوق

چھٹیوں میں دینی مدارس، سکول، کالجز ویونیورسٹی کے طلباء اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق لوگوں کے لیے نادر موقع۔ اپنے وقت کو قیمتی بنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے محافظ بنیں

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

061 - 4511961
0300-6326621
0300-6385277

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 26 شمارہ 5 رجب المرجب 1436ھ — مئی 2015ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	ہماری ترقی	صبیح ہمدانی	2
شذرہ:	تحریک دفاع حرمین شریفین کا مشاورتی اجلاس	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	مشرق وسطیٰ کی صورت حال اور امریکا	مولانا زاہد الراشدی	6
دین و دانش:	سیدنا مروان رضی اللہ عنہ حالات و خدمات (قسط:4)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	9
//	وصیِ عثمان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبۂ قصاص	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	19
//	اے اللہ تو اس کے احسان کو نہ بھلانا	ابو طلحہ عثمان	22
//	عشر ادا کرنے کے فضائل و مسائل	مفتی ظہور احمد	24
//	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	حبیب الرحمٰن بٹالوی	27
//	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	محمد سلمان قریشی	29
//	کریڈٹ کارڈ۔ تعارف اور فقہی جائزہ (پہلی قسط)	مفتی عارف محمود	30
نوادرات:	عکس تحریر: مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ (علامات اہل سنت والجماعت)	ادارہ	36
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط:۴۷)	پروفیسر خالد شبیر احمد	38
مطالعہ	حضرت مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی	حافظ عبید اللہ	45
قادیانیت:	چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ (قسط:۳)		
//	قادیانیت کے خلاف تاریخی فیصلے اور قرار دادیں	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ	51
حُسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب:	صبیح ہمدانی / نعمان سنجرانی	56
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین

محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک — 200/- روپے

بیرونِ ملک — 4000/- روپے

فی شمارہ — 20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صبیح ہمدانی

ہماری ترقی

یادش بخیر ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ ہمارے ہاں صرف ایک طبقہ ہی ترقی پسند کہلاتا تھا۔ جبکہ باقی معاشرہ ترقی کے علاوہ دیگر اعلیٰ انسانی اقدار کے حصول کو زیادہ اہم سمجھتا تھا۔ مرورِ ایام نے یہ حال دکھایا کہ پورا معاشرہ ترقی خواہ و ترقی پرست ہو چکا ہے۔ جبکہ ماورائے ترقی (دنیوی و مادی ترقی سے ہٹ کر) کسی بھی عملی و اخلاقی تصور پر یقین رکھنے والا اب از کار رفتہ، رجعت پسند اور بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔ کیا ادیب و شاعر، کیا اہلِ فکر و دانش ور، کیا افراد کیا ادارے.... سب خیر سے اسی چوکھٹ کے پناہ گیر ہوئے۔ کہ معجزاتِ ترقی نے سب کو اس نئے عقیدے پر ایمان لانے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہمارے سب سے بڑے تعلیمی ”دینی“ ادارے، وفاق المدارس العربیہ کی جہدِ عمل کا محور سرِ دست یہ ہے کہ طلبہ و طالبات کو سرکار کی عطا سے گود میں رکھے جا سکنے والے کمپیوٹر (لیپ ٹاپ) دلوائے جائیں اور خاص طور پر طالبات کے لیے سرکاری نوکری کا حصول ممکن بنایا جائے۔ سلیم احمد نے کہا تھا:

مشرق کیا تھا؟
جسم سے اوپر اُٹھنے کی ایک خواہش تھی
شہوت اور جبلت کی تاریکی میں دیا جلانے کی ایک کوشش تھی
میں سوچ رہا ہوں سورج مشرق سے نکلا تھا
(مشرق سے جانے کتنے سورج نکلے تھے)
لیکن مغرب ہر سورج کو نگل گیا ہے

میں سوچ رہا ہوں کیا مجھے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اُس فتوے کا تذکرہ کرنا چاہیے جس میں گراموفون میں قرآن مجید کی تلاوت سننے کو بھی حرام قرار دیا گیا تھا؟ یا دارالعلوم دیو بند کی اساس کے وہ آٹھ اصول، جن میں علمِ دین کی دنیا سے استغنا و بیزاری کی حیثیت کو بار بار دہرایا گیا تھا، دارالعلوم کے وہ مہتممین اور شیوخ جو کسی سرکار سے وابستہ ہو جانے والے اپنے تلامذہ سے براءت و افسردگی کا اظہار کرتے تھے، قرآن مجید کی وہ آیت جس میں امہات المؤمنین کو بھی گھر سے نہ نکلنے کی تاکید کی گئی تھی، یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ ارشادِ گرامی جس میں عورتوں کے مسجد میں نماز نہ پڑھنے کا حکم تھا... امام غزالی تو خیر آؤٹ ڈیٹ ہو ہی چکے مجھ سے تو صرف پندرہ سترہ برس پرانی اپنی ارشاد الصرف کی کاپی بھی نہیں کھولی جاتی کیونکہ اُس کے پہلے صفحے پر ایک حلف نامہ میری اپنی لکھائی میں لکھا ہوا مندرج ہے۔ استادِ گرامی

نے مدرسے میں پہلے سبق کے طور پر املا کرایا تھا، جس کی پہلی شق تھی کہ اگر اللہ نے دینی تعلیم مکمل کرنے کی توفیق بخشی تو اپنے علم کو کبھی نہیں بیچوں گا نیز کبھی سرکاری نوکری نہیں کروں گا۔

میرے خیال میں اس سب کے تذکرے کا اب کوئی جواز نہیں رہا۔ یہ سب باتیں ٹائم بارڈ، آؤٹ ڈیٹڈ، اِن ایپروپری ایٹ بلکہ (معاذ اللہ) کسی قدر غیر مہذّب، غیر اخلاقی اور قابلِ شرم ہو چکی ہیں۔ ہمیں اور آپ کو آگے بڑھنا ہے، زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دینا ہے، اقوامِ عالم کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلنا ہے (اگرچہ اس کوشش میں فی الحال اُن کے قدم کے ساتھ ہمارا سَر ملا ہوا ہے) ہمیں اور آپ کو ترقی کرنا ہے۔

لیکن مسئلہ صرف ارشاد الصرف کی کاپی کا نہیں ہے۔ بلکہ میں تو عرض کروں مسئلہ صرف دارالعلوم دیوبند، امام غزالی، ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور پوری دینی روایت کا نہیں ہے۔ سرِ دست مسئلہ یہ ہے کہ اس دنیا کی ترقی سے کیا ہمیں اسی دنیا میں بھی خالص ترقی مل سکے گی؟ دنیا کے ترقی یافتہ ترین ملک، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ماہر نفسیات (پاگلوں کا ڈاکٹر) سے علاج کرانے والوں کی تعداد اگر ۸۶ فیصد ہو جائے، جاپان میں نوجوانوں کا تناسب نقطۂ انعدام کو پہنچ جائے، یورپ میں شرح پیدائش خطرناک حد تک گر جائے، چین میں دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں ہونے لگیں، (پاک چین دوستی زندہ باد) بھارت میں چند برسوں میں لاکھوں کسان خودکشی کر لیں (جن میں سے تازہ ترین چند دن پہلے دارالحکومت دہلی میں برسرِ مجمع عام، اس کے ''انقلابی'' وزیرِ اعلیٰ کے سامنے ہوئی ہے) فلپائن اور تھائی لینڈ کی طرح جسم فروشی ایک بڑا کاروبار بن جائے تو کیا یہ ترقی ہمیں اور آپ کو مطلوب رہے گی؟ بلکہ سوال تو یہ ہے کہ کیا کبھی ہمارے اربابِ بست وکشاد نے ان سوالات کو سوچا سنا غور بھی کیا ہے؟ اور ایک اہم سوال یہ ہے کہ اس وقت دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کی فکر کے وارثوں میں حلیے کے علاوہ کیا فرق رہ گیا ہے؟ سرسید بے چارے تعلیمِ نسواں کی حد تک تو اچھے خاصے مولوی ٹائپ بندے تھے۔

اس وقت ہماری کیفیت یہ ہے کہ بائیں سے دائیں اور رومن حروف میں لکھی ہوئی ہر بات ہمیں آسمانی صحیفوں کی طرح درست اور ''حق'' نظر آتی ہے۔ خاک بدہنِ فرنگ، وہ وقت دور نہیں جب خانقاہوں میں پیرانِ میکدہ وجد آگیں لہجے میں جہّالِ غرب کے احوال ومناقب سنائیں گے اور دراز گوشانِ مغرب کے لایعنی و جہالت خیز اقوال پر حال کھیلا جائے گا۔

سوڈان کے عرب شاعر حافظ ابراہیم نے کہا تھا:

اَتوا بالمعجزاتِ تفنّناً... و یلیتکم تأتون بالکلمات

(وہ [اہلِ مغرب] اپنے فن کے معجزات لے کر آئے، وائے افسوس کہ تمھارے پاس صرف کلمات ہیں)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے مبارک اور طیّب کلمات پر قائم ودائم رکھیں اور اپنی رضا کے ساتھ فلاح وفوز کا مستحق بنا دیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ

تحریک دفاع حرمین شریفین کا مشاورتی اجلاس

مشرق وسطیٰ کی الجھی ہوئی صورتحال کے حوالے سے ہم انہی صفحات پر وقتاً فوقتاً اپنی رائے کا اظہار کرتے چلے آ رہے ہیں اور اگر ہمارے جریدے کے پرانے اور مختلف شماروں کو اِس عنوان سے اکٹھا کر کے پڑھا جائے تو یقیناً ''بلی تھیلے سے باہر آ چکی ہے'' والا محاورہ منطبق ہوتا ہے، یمن میں حوثی بغاوت کے حوالے سے پاکستان میں ہونے والے رَدِعمل کو ہم مسلمانوں کے فطری رَدِعمل سے تعبیر کرتے ہیں، پارلیمانی قرارداد پر اپنے تحفظات کا اظہار بھی کیا گیا اور سیاسی و عسکری قیادت نے سعودی عرب پہنچ کر جن خیالات کا اظہار کیا اس کو سراہا بھی گیا، تحریک دفاع حرمین شریفین کے اساسی ارکان مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا زاہدارشدی، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا فضل الرحمٰن خلیل، پیر سیف اللہ خالد اور راقم الحروف (عبداللطیف خالد چیمہ) کی باہمی مشاورت سے 15 را پریل کو بعد نماز ظہر (2 بجے) اسلام آباد ہوٹل، اسلام آباد میں ایک بھرپور مشاورتی اجلاس ہوا، اجلاس میں اسلام آباد، راولپنڈی سے دینی طبقات کی بھرپور نمائندگی تھی، اجلاس میں یمن میں جاری بغاوت اور اس کو کچلنے کے لیے سعودی عرب کی کارروائیوں، سعودی حکومت کی طرف سے حکومت پاکستان سے فوج بھیجنے کی درخواست، اس پر پاکستانی پارلیمنٹ کی قرارداد، حرمین شریفین، جزیرۃ العرب اور سعودی عرب کی سلامتی کو درپیش خطرات، عالمی اور خطے کی بعض قوتوں کی طرف سے یمنی باغیوں کی پشت پناہی اور یمن سعودی خون آشام واقعات کو سنی، شیعہ جنگ قرار دے کر پاکستان میں فرقہ وارانہ خانہ جنگی کی سازش جیسے اہم واقعات پر غور وفکر کے بعد متوازن حکمت و بصیرت پر مبنی اور عالم اسلام کے وسیع تر مفاد میں متفقہ لائحہ عمل طے کرنے کے لیے کھل کر طویل مشاورت ہوئی، جس میں بڑی تعداد میں علماء و مشائخ، دانشور اور دینی و سیاسی قائدین شریک ہوئے۔ اجلاس میں مذکورہ بالا مسائل کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا اور باہمی مشاورت سے درج ذیل امور پر مشتمل اعلامیہ جاری کیا گیا۔ جو تحریک کے کنوینر مولانا عبدالرؤف فاروقی نے پڑھ کر سنایا اور میڈیا کو بریفنگ دی، اعلامیہ درجہ ذیل ہے۔

یمن میں باغیوں کی طرف سے جاری مسلح جدوجہد، ایک منتخب حکومت کے خلاف بغاوت ہے، جس کا کوئی قانونی، اخلاقی اور سیاسی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ خطے کے بعض ممالک کی طرف سے باغیوں کی حمایت، پشت پناہی اور مالی و عسکری امداد بلا جواز اور بین الاقوامی قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ یمن کی منتخب قانونی حکومت کو اپنے ہمسایہ ملک سعودی عرب سے امداد طلب کرنے کا قانونی حق حاصل ہے اور یمن کی درخواست پر سعودی حکومت کی کارروائی سفارتی قوانین اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعاون کے اصول پر مبنی ہے۔ تحریک دفاع حرمین شریفین یمنی حوثی باغیوں کے ساتھ مذاکرات اور اس سلسلے میں کسی ثالثی کردار کی تجویز کو بچگانہ یا حقائق سے جان بوجھ کر صرف نظر کرنا قرار دے کر اس طرح کی

کسی بھی تجویز کی حمایت نہیں کرتی کیونکہ اس سے دنیا بھر میں بغاوت کا راستہ کھلے گا۔ تحریک دفاع حرمین شریفین سمجھتی ہے کہ سعودی عرب کو یمن کی منتخب حکومت کی حمایت اور اپنی سرحدات کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کارروائی کا حق حاصل ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان سے اپنے برادرانہ، نظریاتی اور قدیم تعلقات کی بنیاد پر امداد طلب کرنے کو حق بجانب سمجھتے ہوئے حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سعودی عرب کی مطلوب امداد غیر مشروط اور بلا تاخیر سعودی حکومت کو فراہم کرے اور اس سلسلہ میں سعودی حکومت کے مخالفین کی دھمکیوں سے مرغوب ہونے کی بجائے ایک اسلامی ایٹمی قوت کے طور پر اپنا فیصلہ پاکستانی قوم کی اُمنگوں اور برادر اسلامی ملک کی توقعات کے مطابق کرے اور پاک فوج کو بھیج کر جزیرہ عرب، سرزمین حرمین شریفین کے دفاع میں اپنا کردار ادا کرے۔ تحریک دفاع حرمین شریفین پارلیمنٹ کی قرارداد کو مبہم، عوامی اُمنگوں کے خلاف، اسلامی اخوت کے خلاف قرار دیتے ہوئے اسے مسترد کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سیکولر اراکین پارلیمنٹ کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے حرمین شریفین کے دفاع کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تحریک دفاع حرمین شریفین سعودی حکومت کی حمایت کرنے پر پاکستان میں فرقہ وارانہ خانہ جنگی اور سنی شیعہ فسادات کے خطرے کو پوری شدت کے ساتھ مسترد کرتے ہوئے اعلان کرتی ہے کہ اس طرح کی ہر سازش کو ناکام بنانے اور ملک میں فرقہ وارانہ امن قائم رکھنے میں تحریک سب سے بڑی اور موثر قوت ثابت ہوگی اور کسی کو ملک کے امن سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے گی۔ تحریک دفاع حرمین شریفین حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسلامی سربراہی کانفرنس، او آئی سی، رابطہ عالم اسلامی اور فکری و سیاسی ہم آہنگی رکھنے والے ممالک کو متحرک کر کے تمام قوتوں کو یمنی حوثی باغیوں کی مالی و عسکری امداد روکنے میں مؤثر، متحرک اور قائدانہ کردار ادا کرے۔

تحریک دفاع حرمین شریفین اپنے موقف پر منفی سوچ رکھنے والے دانشوروں اور سیاسی رہنماؤں سے مکالمہ کر کے حقائق اور دلائل کے ساتھ ان کے شکوک و شبہات کو دور کر کے قومی یکجہتی پیدا کرنے کی کوشش کرے گی اسی طرح علماء کرام اور مشائخ عظام کی مشاورت سے پوری اسلامی برادری کو حرمین شریفین کے دفاع پر متحرک کرنے کا اہتمام کرے گی اس سلسلے میں 4 مئی کو کراچی میں علماء مشائخ کا وسیع تر مشاورتی اجلاس منعقد کیا جائے گا، اس کے جلد بعد تحریک دفاع حرمین شریفین کے اہداف پر اعتماد حاصل کرنے کے لیے آل پارٹیز گول میز مشاورتی اجلاس کا اہتمام کیا جائے گا۔ مشاورتی اجلاس میں مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے علاوہ مفتی حمید اللہ جان، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا نذیر فاروقی، مفتی مجیب الرحمٰن، مولانا فاروق کشمیری، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا شبیر کشمیری، مولانا سید چراغ الدین شاہ، تاجر رہنما کاشف چودھری، طارق اسد ایڈووکیٹ، اجمل بلوچ، پیر سیف اللہ خالد، مولانا عبدالخالق، مولانا عبدالسلام، مولانا پیر محمد ابوذر، راقم الحروف و دیگر نے شرکت کی۔ مجلس احرار اسلام کی طرف سے اسلام آباد میں مولانا پیر محمد ابوذر لاہور میں قاری محمد یوسف احرار اور میاں محمد اویس، تحریک دفاع حرمین شریفین کے مختلف اجلاسوں میں شریک ہوئے، جبکہ کراچی میں 4 مئی کو منعقد ہونے والے مشاورتی اجلاس میں مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قریشی اور محمد شفیع الرحمٰن شرکت کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

مولانا زاہد الراشدی

مشرق وسطیٰ کی صورت حال اور امریکا

مشرق وسطیٰ میں صورت حال کس رخ پر جارہی ہے اس کے بارے میں ۱۹، اپریل کے اخبارات میں شائع ہونے والی دو خبریں ملاحظہ فرمالیں۔ ایک خبر کے مطابق ایران کے صدر محترم جناب حسن روحانی نے کہا ہے کہ سعودی عرب نے یمن پر فضائی حملہ کر کے نفرت کے بیج بو دیے ہیں جس کے نتائج اسے سمیٹنا پڑیں گے۔ جبکہ دوسری خبر میں لبنان کے سابق وزیر اعظم سعد حریری نے حزب اللہ کے سربراہ حسن نصر اللہ پر الزام لگایا ہے کہ وہ ایرانی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں اور سعودی حکمرانوں کے خلاف نفرت انگیزی کی مہم چلا رہے ہیں۔ اس کے بعد ۲۱ اپریل کے اخبارات میں ایرانی افواج کے کمانڈر بریگیڈیر احمد رضا بوردستان کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ یمن کے باغیوں کے خلاف فضائی حملے نہ روکنے کی صورت میں سعودی عرب پر حملہ کیا جاسکتا ہے۔

مگر ہم آج اس کی بجائے امریکا کے صدر باراک اوباما کے ایک اہم انٹرویو کا تذکرہ کرنا چاہیں گے جو انھوں نے گزشتہ دنوں ''نیویارک ٹائمز'' کے صحافی تھامس فریڈ مین کو دیا ہے اور مشرق وسطیٰ کی سنی آبادی کے حوالہ سے اپنے موقف اور احساسات کا اظہار فرمایا ہے، امریکی صدر محترم کا ارشاد ہے کہ:

''جہاں تک ہمارے سنی عرب اتحادیوں مثلاً سعودی عرب کی حفاظت کا سوال ہے تو میرے خیال میں سعودیوں کو واقعی چند حقیقی بیرونی خطرات کا سامنا ہے لیکن ان کو کئی اندرونی خطرات بھی لاحق ہیں۔ مثلاً سعودی آبادیاں ہیں کہ جو ملک کے معاملات سے بیگانہ محض بنادی گئی ہیں۔ سعودی نوجوان (مرد اور خواتین) بے روزگار ہیں۔ سعودی آئیڈیالوجی ہے جو کہ انتہائی تباہ کن اور غیر حقیقی ہے اور ایک حد تک سعودیوں کا وہ یقین ہے کہ ان نوجوانوں کی شکایتوں اور ناراضگیوں کے نکاس کے لیے کوئی جائز سیاسی راستہ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ہمارا کام یہ ہے کہ ان ممالک کے ساتھ مل کر کام کریں اور ان کو سمجھائیں کہ ہم بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لیے ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں اور ان کی دفاعی صلاحیتوں کو کیسے مضبوط بنا سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھائیں کہ ان ریاستوں کی اندرونی سیاست کو کیسے مستحکم بنایا جاسکتا ہے تاکہ سنی نوجوان یہ جان سکیں کہ اسلامی ریاست (ISIS) جوائن کرنے کے علاوہ بھی ان کے پاس کئی دوسرے آپشنز موجود ہیں جن کا انتخاب وہ کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سنی عربوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ نہیں ہے کہ ایران ان پر چڑھائی کر دے گا بلکہ اصل اور بڑا خطرہ ان ممالک کی آبادیوں کا وہ اندرونی خلفشار اور اضطراب ہے جو وہاں پروان چڑھ رہا ہے۔ ان ممالک

کے ساتھ ان موضوعات پر بحث کرنا بہت مشکل تر ہے لیکن ایسا کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی اور چارہ کار بھی نہیں۔''

صدر اوباما کے اس انٹرویو کے بہت سے مضمرات پر بحث و تمحیص کی ضرورت ہے لیکن ہم نے سردست اس کا ایک اقتباس اس لیے نقل کیا ہے کہ مشرق وسطیٰ کے تنازع کی مجموعی صورت حال کیا ہے اور اسے صرف یمن کا داخلی معاملہ یا زیادہ سے زیادہ یمن کے ساتھ سعودی عرب کی علاقائی کشمکش کا درجہ دے کر قومی پالیسی تشکیل دینے والے عناصر نے کس قدر بھولپن کے ساتھ اس خطہ کے علاقائی تناظر سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

جہاں تک امریکا اور اس کے حواری عالمی استعماری حلقوں کا تعلق ہے ان کی تو پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے کہ مشرق وسطیٰ میں سنی شیعہ کشمکش کی آب یاری اور اس کی آڑ میں اپنے مفادات کے حصول کا اس سے بہتر کوئی موقع اسے شاید کبھی ملا ہو۔ چنانچہ وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

گزشتہ روز ایک دوست نے کہا کہ سنی شیعہ کشیدگی امریکا کی پیدا کردہ ہے ہم نے عرض کیا کہ نہیں یہ کشیدگی اور باہمی جنگ و جدال امریکا کی دریافت سے بھی صدیوں پہلے سے چلا آرہا ہے۔ البتہ اسے استعمال کرنے اور اس سے اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے جس چابکدستی اور ہنرمندی کا امریکا مظاہرہ کر رہا ہے اس سے قبل اس کی کوئی مثال اس سطح پر دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کشیدگی کو اس سطح پر لے جانے کے لیے ہمارے داخلی ماحول میں کس کس کا کیا کیا کردار ہے، کیونکہ اس کا جائزہ لیے بغیر اور اس داخلی کردار کا راستہ روکے بغیر عالمی استعمار کے ایجنڈے کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ ستم ظریفی کی بات ہے کہ صدر امریکا کو آج عرب سنی آبادیوں کا حکومتی معاملات سے بے گانہ ہونے کا غم کھائے جا رہا ہے مگر سوال یہ ہے کہ عرب عوام کو حکومتی معاملات سے لاتعلق رکھنے کے ماحول کو عالمی سطح پر سرپرستی کس کی حاصل رہی ہے؟

آج بھی صورت حال یہ ہے کہ جمہوریت اور عوام کی حکمرانی کے علمبردار امریکا کے لیے پورے مشرق وسطیٰ میں شخصی حکومتیں خواہ وہ ملوکیت کے نام سے ہوں یا فوجی آمریت کی صورت میں ہوں یا ان پر ''ولایت فقیہ'' کا مقدس ٹائٹل آویزاں کر دیا گیا ہو، پوری طرح قابل قبول ہیں۔ مگر امارت اسلامی یا خلافت کسی بھی صورت میں قابل برداشت نہیں ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک مشرق وسطیٰ کے تنازعہ کی اصل جڑ ہی یہ ہے کہ امریکا اور اس کے حواری استعماری ممالک عالم اسلام اور خاص طور پر مشرق وسطیٰ میں خلافت یا امارت کا ہر قیمت پر راستہ روکنا چاہتے ہیں۔ اسی کے لیے انھوں نے ملوکیت اور فوجی آمریت کی ہمیشہ سرپرستی کی ہے اور اسی رکاوٹ کو یقینی بنانے کے لیے اب وہ ''ولایت فقیہ'' کی طرف دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھاتے دکھائی دے رہے ہیں۔

ہم ایک عرصہ سے دُھائی دے رہے ہیں کہ مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کی سنی قیادت کو خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر کھلی آنکھوں سے حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔ سنی قیادت سے ہماری مراد حکومتیں اور حکمران طبقات نہیں بلکہ اربابِ علم ودانش ہیں۔ ہم بھی اسے اصلاً سنی شیعہ تصادم نہیں سمجھتے لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ عالمی استعمار کے ایجنڈے کی تکمیل کا موجودہ وقت میں عنوان اور ذریعہ بہر حال یہی ہے۔ ہم اس سے قبل بھی عرض کر چکے ہیں کہ ایران کے مذہبی انقلاب کے بعد اگر ایرانی قیادت خود کو اردگرد کے ممالک کی دینی تحریکات کے حریف کے طور پر سامنے لانے کی بجائے رفیق ومعاون کا کردار ادا کرتی تو یہ عالم اسلام میں عالمی استعمار کے مذموم ایجنڈے کے لیے موت کا پیغام ہوتا۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا اور استعماری قوتوں کو اسی بدقسمتی کے مین گیٹ سے اپنا ایجنڈا آگے بڑھانے کا موقع ملا ہے۔ ہم ایران کے پڑوسی ممالک کی دینی تحریکات کو بھی اس سلسلے میں بے قصور نہیں سمجھتے لیکن ہمارے نزدیک ٹرننگ پوائنٹ وہی تھا جہاں سے گاڑی غلط رخ پر مڑ گئی اور اسی رخ پر اب تک چلی جا رہی ہے۔

اس حوالہ سے ایرانی قیادت کو احساس دلانے کی ضرورت ہے اور اگر ایرانی قیادت اپنے اس یک طرفہ اور حریفانہ طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کے لیے تیار ہو تو اسے قبول کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ استعماری قوتوں کے عزائم کو مزید آگے بڑھنے سے روکنے کا اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔ لیکن اس سے پہلے اور اس سے کہیں زیادہ ضروری یہ ہے کہ سنی قیادت حالات وواقعات کے صحیح ادراک کے ذوق سے بہرہ ور ہو اور پورے شعور وادراک کے ساتھ پہلے عالم اسلام اور پھر اہل سنت کے نفع ونقصان کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اپنے لیے کوئی واضح رخ اور پالیسی طے کرنے کی پوزیشن میں آئے ورنہ اس وقت ہماری صورت حال اس سے مختلف نہیں ہے کہ ؂

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے　　　　نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

☆......☆......☆

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان
28 مئی 2015ء
جمعرات بعد نمازِ مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر واصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی (چوتھی قسط)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

حالات وخدمات

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بحیثیت قاضی:

عدل وانصاف، حکومت وسلطنت کی عمارت کا ستون ہے۔ اسی لیے اسلام نے ہر قسم کے مذہبی اور عدالتی فیصلے کے لیے انصاف کو لازمی قرار دیا ہے کہ یہ اگر نہ ہو تو کسی مظلوم کی دادرسی ممکن نہیں۔ اسی لیے ایک حاکم کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ عادل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

'' وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ '' [النساء ۵۸]

اور جب لوگوں کے درمیان جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ قرآن کریم کی رو سے اگرچہ ہر مسلمان کو عادل ہونا چاہیے تاہم والی وحاکم وقت کے لیے عادل ہونا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لیے حدیث میں امام عادل کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ:

قیامت کے دن جب اللہ کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا سات اشخاص کو اللہ اپنے سائے میں لے گا جن میں سے ایک شخص امام عادل ہوگا۔

{صحیح بخاری کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ، باب فضل من ترک الفواحش، جلد ۲ ص ۱۰۰۵}

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ایک طویل عرصہ تک مدینہ منورہ کے گورنر رہے۔ انھوں نے عوام کو انصاف دلانے کے لیے جہاں ''قاضی'' مقرر کیے وہیں خود بھی بحیثیت ''قاضی'' چند فیصلے فرمائے اور اس شعبے میں ان کے آئیڈیل سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے اور قضایا ہوتے تھے چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''کان عند مروان قضاء وکان یتبع قضا یا عمر بن الخطاب''

(البدایۃ والنھایۃ، جلد۸، ص ۲۶۰، سیر اعلام النبلاء، جلد۳، ص۴۷۷)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بعض دفعہ) منصب قضاء پر بھی فائز رہے اور وہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی للہ عنہ کے فیصلوں کی اتباع وپیروی کرتے تھے اسی طرح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو بھی اپنے لیے قابل تقلید سمجھتے تھے۔ چنانچہ ''ایلاء'' سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ نقل کرتے ہیں۔

''اذا مضت الأربعۃ فانہ یحبس حتیٰ یفیٔ أویطلق ......''

جب "ایلاء" کے چار ماہ گذر جائیں تو ایلاء کے مرتکب کو قید کیا جائے گا کہ یا تو (بیوی کے حق میں) قسم سے رجوع کرے یا پھر طلاق دیدے۔ یہ فیصلہ بیان کرنے کے بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

"ولو وُلّیتُ ھٰذا لقضیت فیه بقضاء علی رضی اللّٰہ عنه"

اگر اس نوعیت کا کوئی تنازعہ میرے سامنے آیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔

(المصنف لعبد الرزاق، جلد٦، ص٤٥٧. باب القضاء ...... ایلاء)

یہی نہیں بلکہ ایک دینی مسئلہ میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کے برخلاف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی تائید کی جسے خود ان سے سیدنا زین العابدین علی رحمتہ اللہ علیہ بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ:

"عن علی بن حسین عن مروان بن الحکم قال شھدت عثمان وعلیا وعثمان ینھیٰ عن المتعة وأن یجمع بینھما فلما رایٰ علی اھل بھما لبیک بعمرة وحجة قال ماکنت لأدع سنة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بقول أحد."

(صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب التمتع والقران، رقم الحدیث ١٥٦٣)

سیدنا علی زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ:

میں سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں موجود تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور "لبیک بعمرۃ وحجۃ" فرمایا اور کہا کہ کسی ایک شخص کے قول کی بناء پر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ امام بخاری (م ٢٥٦ھ) نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا ایک یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے دعوٰی کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مکان اور ایک حجرہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا (یہ جائیداد اب ہمیں ملنی چاہیے کیونکہ ہم ان کے وارث ہیں) سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوایا تو انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ عطا فرمایا تھا۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے اسی گواہی کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الھبة وفضلھا والتحریص علیھا، رقم الحدیث ٢٦٢٤)

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

کسی غلام نے ایک باغ سے کھجور کا پودا چرا کر اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا۔ پودے والا اس کی تلاش میں نکلا

اور بالآخر اسے پالیا۔ پھر اس نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا تو انھوں نے اسے قید کر دیا اور اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا۔ غلام کا آقا سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق ان سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پھل اور پودے (گودے کی چوری) میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرے غلام کو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے قید کیا ہے۔ اور وہ اس کا ہاتھ بھی کاٹنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ ان کے پاس جائیں اور انھیں یہ حدیث سنادیں۔

چنانچہ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو اس حدیث سے آگاہ کیا جس پر انھوں نے اس غلام کی رہائی کا حکم دے دیا۔ ملاحظہ ہو:

مؤطا امام مالک، کتاب السرقة باب مالا قطع فیه ص ۲۹۲، مؤطا امام محمد، کتاب الحدود فی السرقة، باب من سرق ثمرا أوغیر ذلک مما بم یحرز ص ۳۰۲، سنن أبی داود (۴۳۸۸)، سنن ترمذی (۱۴۴۹) سنن نسائی (۴۹۷۵) سنن ابن ماجه (۲۵۹۳)

حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ:

ابوغطفان نے خبر دی کہ مروان بن حکم رضی اللہ عنہما نے مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا کہ داڑھ کی دیت کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے مجھے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف دوبارہ بھیجا کہ داڑھ کو دانتوں کے برابر کیوں کرتے ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ دانتوں کو انگلیوں کے برابر قیاس کر لیتے تو آپ کے لیے کافی ہوتا کیونکہ تمام انگلیوں کی دیت برابر ہے۔ **(مؤطا امام محمد، کتاب الدیات، باب دیة الأسنان، ص ۲۹۳)**

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی غیر جانب داری اور عدل وانصاف کا یہ حال تھا کہ انھوں نے ایک غلام کی شکایت پر اپنے حقیقی بھائی عبدالرحمٰن بن حکم کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا تھا۔ ڈاکٹر حمدی شاہین لکھتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ آپ کے بھائی عبدالرحمٰن بن حکم نے اہل مدینہ کے ایک غلام کو طمانچہ مار دیا۔ اس نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو طلب کیا اور اس غلام کے سامنے بیٹھایا اور اس سے کہا: اس کو طمانچہ لگاؤ۔ غلام نے کہا میرا یہ مقصد نہ تھا بلکہ میرا مقصود صرف اس کو یہ بتانا تھا کہ اس کے اوپر بھی ایک قوت ہے جو میری مدد کرے گی اور میں نے اپنا یہ حق آپ کو ہبہ کر دیا۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قبول نہیں کروں گا تم اپنا حق لے لو۔

اس نے کہا: اللہ کی قسم میں طمانچہ نہیں لگا سکتا لیکن میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ اگر تمہیں یہ ہبہ کرنا ہے تو اس کو ہبہ کرو جس نے تمہیں طمانچہ مارا ہے یا پھر اللہ کے حوالے کر دو۔ اس نے کہا: میں نے اللہ کے لیے ہبہ کر دیا۔ اس فیصلے سے عبدالرحمٰن بن حکم سخت ناراض ہوئے اور سیدنا

مروان رضی اللہ عنہ کی ہجو میں اشعار کہے۔　　　　　　　　　　　(الدولة الاموية المفترى عليها، ص ۲۰۰)

حافظ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے ہجو پر مبنی یہ اشعار سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے حالات کے ضمن میں نقل کر کے لکھا ہے کہ:

''انما قال له أخوه عبد الرحمن ذٰلک حین ولّاه معاویة امارة المدینه وکان کثیرا مایهجوه''

(الاستیعاب، الجزء الثالث، ص ۴۲۶)

صد افسوس کہ حافظ صاحب کو یہ ''ہجو یہ اشعار'' تو یاد رہ گئے مگر وہ اس کا سبب فراموش کر گئے۔

جامعہ ازہر کے فاضل استاذ، ڈاکٹر ابراہیم علی شعوط نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ نقل کیا ہے کہ:

ایک عورت نے ایک کام کے سلسلے میں نذر مانی کہ اگر اس نے وہ کام کر دیا تو وہ اپنے بیٹے کو کعبہ معظّمہ کے پاس ذبح کر دے گی۔ پھر اس نے وہ کام کر دیا۔ پھر وہ مدینہ منورہ آئی تاکہ وہ اپنی نذر کے بارے میں فتویٰ حاصل کرے۔ پس وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئی تو انھوں نے اس عورت سے کہا: میں نہیں جانتا: اللہ تعالیٰ نے نذر کے معاملے میں اسے پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو اس عورت نے کہا: کیا میں پھر اپنے بیٹے ذبح کردوں؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نفسوں کو قتل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس سے زیادہ انھوں نے کچھ نہیں کہا۔

پھر وہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئی تو انھوں نے اس مسئلہ کے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نذر دین ہے اور اس نے تمہیں اپنی جانوں کے قتل سے بھی منع فرمایا ہے۔ پھر انھوں نے اسے حضرت عبدالمطلب کے بیٹے کی نذر کا قصہ سنایا اور اس فدیہ کا بھی ذکر کیا جو انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے دیا تھا۔ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس عورت سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو اپنے بیٹے کے بدلے ایک سو اونٹ ذبح کر دے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فیصلہ گورنر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو انھوں نے فرمایا:

میں نہیں خیال کرتا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے درست فتویٰ دیا ہو۔ علمی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہے تُو (وہ عورت) اللہ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر اور صدقہ دے اور امور خیر میں سے جو تو چاہے عمل کر جہاں تک تیرے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر کا تعلق ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے منع فرمایا ہے۔

پس لوگ اس فیصلے سے خوش ہوئے اور انھیں امیر مروان رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہایت ہی پسند آیا اور انھوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ انھوں درست فتویٰ دیا ہے پھر وہ اسی کے مطابق ہمیشہ فتویٰ دیتے رہے۔ کہ اللہ کی معصیت میں نذر پوری نہ کی جائے۔

یہ فیصلہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی اہلیت وعلمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے اس فیصلہ کے معاملہ میں حضرت عائشہ کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ ''جو شخص اللہ کی اطاعت (نیک کاموں) کی نذر کرے وہ اسے بجالائے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی (گناہ کے کاموں) کی نذر کرے تو وہ ہرگز وہ کام نہ کرے''

(أباطیل یجب أن تمحیٰ من التاریخ، ص ۳۱۴، ۳۱۵. تحت ''مکانته (ای مروان) العلمیته)

ڈاکٹر ابراہیم علی شعوط نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی جب حدیث کا ذکر کیا ہے اس کے متن کے لیے ملاحظہ ہو:

(صحیح بخاری، کتاب الأیمان والنذور . باب النذرفیما لایملک ولافی معصیة، رقم الحدیث ۶۷۰۰)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور خشیت الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے ''خشیت'' کو علماء کا وصف قرار دیا ہے:

''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا'' (سورۃ فاطر ۲۸)

اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا شمار صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ وہ نہ تو فکر آخرت سے غافل تھے اور نہ ہی ان کا دل خوف الٰہی سے خالی تھا بلکہ وہ قیامت کے مواخذہ کا تذکرہ سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ سورۃ آل عمران کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے کہ:

''لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ'' (آل عمران ۱۸۸)

ہرگز آپ یہ خیال نہ کریں کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنی کارستانیوں پر اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ایسے کاموں سے جو انھوں نے کیے ہی نہیں۔ تو ان کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ امن میں ہیں عذاب سے۔ ان کے لیے ہی تو دردناک عذاب ہے۔

تو سخت پریشان ہوئے اور اپنے دربان سے کہا کہ:

اے رافع! تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا، ان سے دریافت کر کہ اس آیت کی رو سے تو ہم سب عذاب کے مستحق ہیں کیونکہ ہر شخص ان نعمتوں پر جو اسے مہیا ہیں بہت خوش ہے اور چاہتا ہے کہ جو (اچھا) کام اس نے نہیں کیا اس پر بھی اس کی تعریف ہو۔ (رافع نے جا کر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا) انھوں نے جواب دیا کہ اس آیت سے تم (مسلمانوں) کو کیا تعلق؟ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلا بھیجا ان سے (دین کی) کوئی بات دریافت کی تو انھوں نے (صحیح بات چھپائی اور) غلط بتادی۔ پھر یہ سمجھے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مفت میں نیک نام ہوگئے۔ وہ سب اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ حق چھپایا۔

یہ واقعہ سنا کر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت '' **وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ...... اَنْ**

یُحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ یَفۡعَلُوۡا'' (آل عمران ۱۸۷۔۱۸۸) تک پڑھی۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قوله "لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَآ اَتَوۡا ...... رقم الحدیث ۴۵۶۸)

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی ''جو جہنم سے ڈرا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی'' (البدایة و النهایة، جلد۸، ص ۲۶۲)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے متعلق اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فکر آخرت میں ''خشیت الٰہی'' سے غمگین رہا کرتے تھے۔ اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے تھے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا جذبہ قبول حق:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے جائز صحیح اور حق بات کے قبول کرنے میں اپنے منصب و مرتبہ کی پروا کیے بغیر کبھی پس وپیش سے کام نہیں لیا۔ جوں ہی حقیقت حال واضح ہوئی فوراً اسے قبول کر لیا۔

حضرت نافع بن جبیر کہتے ہیں کہ:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا۔ خطبہ میں مکہ اور اہل مکہ کا ذکر کیا اور مکہ معظّمہ کی حرمت بیان کی تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے انھیں پکارا اور کہا:

کیا بات ہے کہ آپ مکہ، اہل مکہ اور مکہ کی حرمت کا ذکر کرتے ہیں اور مدینہ، اہل مدینہ اور مدینہ کی حرمت کا ذکر نہیں کرتے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ کے) دونوں سنگستانوں کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس خولانی چمڑے پر لکھا ہوا بھی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کو پڑھ کر سنا دوں؟ یہ سن کر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے پھر فرمایا: ہاں میں نے بھی کچھ ایسا سنا ہے۔

(صحیح مسلم، الجزء الاول ص ۴۴۰. کتاب الحج، باب فضل المدینة)

ایک دن سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان رضی اللہ عنہ سے کہا:

''آپ نے سود کی بیع کو حلال کر دیا'' انھوں نے پوچھا: میں نے کیا کیا؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے تو سند (چھٹیوں) کی بیع جائز کر دی۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کر لے۔ پھر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور لوگوں کو اس بیع سے منع کر دیا۔

(صحیح مسلم، جلد ثانی، کتاب البیوع، باب البطلان بیع المبیع قبل القبض)

''بیع الصکاک'' یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے لوگوں کو سالانہ یا ماہوار کی سند مل جاتی تھی کہ اتنے عرصہ کے بعد ان لوگوں کو اتنی رقم ادا کر دی جائے گی۔ لوگ ان سندوں کو رقم وصول کرنے سے قبل دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بیع کیا کیونکہ یہ ایک ایسی شی کی بیع ہے جو ابھی بائع کے قبضہ میں نہیں آئی اور اس

طریقہ کی بیع سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے مسئلہ معلوم ہوجانے کے بعد ایک خطبہ کے ذریعے لوگوں کو اس قسم کی بیع سے منع فرمادیا۔

فقیہ مصر حضرت لیث بن سعد اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ابونضر سالم کہتے ہیں:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ایک جنازے میں شریک ہوئے اور جب نماز جنازہ ادا کر کے واپس ہوئے تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انھوں نے ایک قیراط نیکی حاصل کر لی اور ایک قیراط سے محروم رہے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی اطلاع دی گئی تو وہ تیزی سے واپس ہوئے یہاں تک کہ سرعت کی وجہ سے آپ کے گھٹنے کھل گئے اور پھر دوسرے لوگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ (تدفین کے بعد) جانے کی اجازت مل گئی۔

(البداية والنهاية، جلد۸، ص ۲۶۰ تحت مروان بن الحكم رضى الله عنه)

امام بخاری بھی اسی نوعیت کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

سعید مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں تھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آئے اور مروان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہوجاؤ۔ اللہ کی قسم: یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے (یعنی جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنے سے) منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے درست بات کہی۔

(صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب متىٰ يقعد اذا قام للجنازة. رقم الحديث ۱۳۰۹)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ کے گورنر تھے جبکہ جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا کوئی حرام یا معصیت نہیں ہے بلکہ صرف خلافِ اولیٰ یا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔

پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس مسئلہ سے آگاہ تھے انھوں نے بھی اس کی خلاف ورزی کی تھی مگر سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے گورنر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انھیں کھڑا کردیا۔ اورانھوں نے اس کی تعمیل کردی اور سرعام اس سرزنش کو ذرہ بھی محسوس نہیں کیا۔ یہ واقعہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ درجہ کی بےنفسی اور حق پسندی کو ظاہر کررہا ہے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۵۷ھ میں منصبِ امارت سے سبک دوش ہوگئے تھے لیکن اس کے بعد مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ یزید کی خلافت کے آخر میں واقعہ حرہ سے پہلے اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ایماء پر نہ صرف سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سمیت تقریباً ایک ہزار افراد بنوامیہ کو گھیر کر مدینہ بدر کردیا تھا بلکہ ان کے مال واسباب پر

بھی قبضہ کرلیا تھا لیکن واقعہ حرہ (ذی الحجہ ۶۳ھ) کے بعد یہ لوگ راستے سے ہی واپس مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ ۱۵/ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کی وفات کے بعد سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بحیثیت خلیفہ اموی حضرات کو دوبارہ مدینہ بدر کر دیا۔

حالانکہ حصین بن نمیر نے اس موقع پر نہ صرف مکہ مکرمہ کا محاصرہ اٹھا لیا تھا بلکہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عالم اسلامی کا متفقہ خلیفہ بنانے کی بھی پیش کش کی یزید کی وفات کے بعد دمشق کا مرکز خالی تھا۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اور عبدالملک وغیرہ بھی ان کے حق میں تھے لیکن سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس پیش کش کو سختی کے ساتھ مسترد کر دیا۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں کہ:

''ابن زبیر رضی اللہ عنہما شجاع و بہادر تھے لیکن موقع شناس نہ تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب تک ایک ایک حجازی کے بدلے دس دس شامیوں کا سر قلم نہ کر لوں گا اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔

اس طرح ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک بہترین موقع کھو دیا۔ اگر انھوں نے ابن نمیر کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو آج بنی امیہ کی تاریخ کا کہیں وجود نہ ہوتا۔''

(تاریخ اسلام اولین، ص ۳۸۹، تحت ''ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی سیاسی غلطی'')

موصوف آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس وقت قریباً کل دنیائے اسلام میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلم ہو گئی تھی کہ عین اس وقت انھوں نے ایک فاش غلطی کی کہ بنو امیہ کی اکھڑی ہوئی حکومت پھر قائم ہو گئی۔

یاد ہوگا کہ انھوں نے مکہ اور مدینہ سے بنی امیہ کو نکلوا دیا تھا لیکن واقعہ حرہ کے بعد یہ لوگ پھر لوٹ آئے تھے۔ یزید کی موت کے بعد ان کی ہمت اتنی پست ہو چکی تھی کہ مروان بن حکم اموی تک جو مدینہ کا حاکم تھا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔ لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو بنی امیہ سے اتنی نفرت تھی کہ انھوں نے انجام کو سوچے بغیر کل بنو امیہ کو جن میں مروان اور اس کا لڑکا عبدالملک بھی تھا، مدینہ سے نکلوا دیا۔ اس وقت عبدالملک چیچک میں مبتلا تھا اس لیے مروان کے لیے مدینہ چھوڑنا مشکل تھا۔ لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے ایک لمحہ کے لیے نہ ٹکنے دیا اور مروان کو اسی حالت میں عبدالملک کو لے کر نکل جانا پڑا بعد میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو اس غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے اس کی تلاش میں آدمی دوڑائے لیکن وہ نکل چکے تھے۔ اس واقعہ سے ابن زبیر اور بنی امیہ دونوں کی تاریخ کا رُخ بدل دیا۔ اگر اس وقت بنی امیہ کو ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے روک لیا ہوتا تو پھر ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔''

(تاریخ اسلام اوّلین، ص ۳۹۶۔۳۹۷، تحت ''ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی ایک سیاسی غلطی اور اس کا نتیجہ'')

ادھر دوسری طرف مرکز خلافت دمشق میں مقامی لوگوں نے یزید کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے معاویہ بن یزید کو جن کی عمر اس وقت صرف اکیس برس تھی اور ان کی صحت بھی اچھی نہ تھی خلیفہ بنانے کی کوشش کی۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا اور گھر میں چھپ گئے جہاں ایک روایت کے مطابق چھ ماہ اور کچھ دن تک بیمار رہ کر وفات پا گئے۔

اس اثناء میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی اپنی خلافت کے استحکام میں کوشاں رہے لیکن حجاز وعراق کے سوا ان کی خلافت کو کسی نے تسلیم نہیں کیا اور عراق میں بھی ان کی کامیابی جزوی اور فوجی قبضے کے سوا کچھ نہ تھی ان کے مخالفین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

اس وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ جو ایک تجربہ کار، مدبر اور مقبول شخص تھے مدینہ سے دمشق آ کر لوگوں کے اصرار پر سریر آرائے خلافت ہو گئے اور لوگوں نے بخوشی بیعت کر لی۔ اس انعقاد بیعت میں دمشق سے باہر کے علاقوں میں معمولی جھڑپوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر مخالفت نہیں ہوئی۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی حسنِ تدبیر کے نتیجے میں مصر بھی بغیر کسی قتل وخون کے خلافت دمشق کے زیر نگین آ گیا۔ نیز انہوں نے دوسرے صوبوں سے رابطہ قائم کر کے دمشق کی مرکزی حکومت کو کافی مضبوط ومستحکم بنا دیا۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس ماہ ہے اور انھوں نے رمضان ۶۵ھ میں وفات پائی۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے فاضل مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ:

''یزید اول کی وفات کے بعد اسے (یعنی مروان کو) ایک دفعہ پھر (مدینہ سے) بھگا دیا گیا تو اس نے ملک شام میں سکونت اختیار کر لی جہاں وہ معاویہ ثانی کے دربار میں حاضری دیتا تھا۔ جب یہ فرمانروا چل بسا تو مروان بنو امیہ کی قسمت سے مایوس ہو کر (ایک دفعہ پھر) ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو تسلیم کر لینے پر مائل ہو گیا جبکہ عبیداللہ بن زیاد نے اسے خود خلافت کے امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہونے کی ترغیب دی۔ مجلس جابیہ میں اس کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ اس کے عہد حکومت کا اندازہ آٹھ یا گیارہ مہینے لگایا جاتا ہے۔ یہ فرق اس پر منحصر ہے کہ ''جابیہ'' میں اس کے منتخب ہونے کی تاریخ سے شمار کریں یا تخت نشینی کے موقع سے جبکہ دوبارہ یہ رسم زیادہ تکلف سے دمشق میں ادا ہوئی......

مروان بن الحکم نے اپنے آپ کو اعلیٰ درجے کا مدبر ثابت کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہم عصر تھا اور اس وقت تمام سفیانیوں کی ماتحتی میں اسے ایک درخشاں ثانوی مرتبہ حاصل رہا ہے۔ خلافت اس نے حاصل تو کر لی مگر اس وقت جب اسے اس کی چنداں پرواہ نہیں رہی تھی۔ جب اسے یہ رتبہ مل گیا تو اسے وہی اصابتِ رائے اور برمحل اقدامات کی قوت بھی میسر آ گئی جس کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تعریف کرتے تھے۔ اس نئے حکمران کو اتنی مہلت ضرور مل گئی کہ وہ بنو امیہ کی زوال پذیر حکومت کو تاریخ کے ایک مختصر سے دور کے لیے استحکام بخش دے......

شامی خلفاء میں اس کا مقام متعین کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے مستعدی اور فن حکمرانی سے آگہی میں مروان اپنے نامی گرامی رشتہ دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یاد دلاتا ہے۔ وہ ان کا ہم پلہ ہو جاتا اگر ان امتیازی صفات کے ساتھ ساتھ اسے خوش مزاجی اور فراست کا وہ امتزاج بھی حاصل ہوتا ہے جسے عرب ''حلم'' کہتے اور بہت پسند کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا۔

وہ (یعنی مروان) نازک حالات میں خلیفہ بنا تھا اور اسے سب سے بڑھ کر مستقل مزاجی دکھانے کی ضرورت تھی

تا کہ بغاوتیں فرو کر سکے اگر وہ کچھ مدت اور زندہ رہتا تو ہم بخوبی باور کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی شرافت مزاجی میں پہلے اموی خلیفہ کا ہم سر ثابت ہوتا۔

مروان بن الحکم پہلا حکمران ہے جس نے اپنے مختصر عہد حکومت میں اسلامی دینار ضرب کرائے جن پر ’’قل ھو اللہ أحد‘‘ لکھا ہوتا تھا۔اس کی نسل سے حکمرانوں کے دو خاندانوں شامی اور اندلس کے علاوہ ایک خاندان ’’المروانہ‘‘ ہوئے ہیں جو سعید مصر میں رہائش پذیر تھے۔ان مقاماتِ رہائش میں سے ’’حلب‘‘ کے قریب ’’دابق‘‘ بھی تھا۔‘‘

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔جلد۲۰،ص۶ ۴۷،۴۷۸)

امام ابن کثیر (م۷۷۴ھ) نے لکھا ہے کہ:

حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی (مہر) کا نقش ’’**العزة للّٰه**‘‘ تھا اور بعض لوگوں نے کہا اس پر ’’**آمنت بالعزیز الرحیم**‘‘ لکھا ہوا تھا۔(**البدایة و النھایة، جلد۸، ص ۲۶۲**)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے بحیثیت کاتب، بحیثیت قاضی، بحیثیت امیر حج اور بحیثیت گورنر و خلیفۂ عظیم خدمات سرانجام دے کر ہر ہر منصب پر اپنے انتخاب کو صحیح ثابت کر دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں یہ ریمارکس کہ ’’**القاری لکتاب اللّٰه الفقیه فی دین اللّٰه، الشدید فی حدود اللّٰه**‘‘ دے کر انھیں اپنے بعد بطور خلیفہ نامزد کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

کاتب وحی، فاتح عرب و عجم، مدبر اسلام اور خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد سے ان کی اہلیت خلافت پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی ہے۔

بہر حال سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا شمار ’’رؤیتاً‘‘ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جبکہ ’’روایتاً‘‘ وہ کبار تابعین میں سے ہیں۔سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے باہمی نزاعات کو بھی ’’جنگ جمل اور جنگ صفین‘‘ کی طرح مشاجرات صحابہ پر محمول کر کے ان پر تنقیدی نشتر چلانے سے اپنی زبانوں اور قلموں کو روک لینا چاہیے کیونکہ اسی چیز میں ایمان و اسلام کی سلامتی مضمر ہے۔ (جاری ہے)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

وصیِ عثمان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبۂ قصاص

''ہاں اگر میں شہید ہو جاؤں تو تُو میرے خون کا مطالبہ کریگا یہ تجھے میں اختیار دیتا ہوں۔ میرا خون رائیگاں نہ جائے۔''

یہ وہ الفاظ ہیں جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے چند ماہ پہلے کہے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وقت سے علاقہ شام کے گورنر چلے آرہے تھے انھوں نے بارگاہ خلافت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا۔ امیر المومنین! مدینہ میں کچھ بدقماش داخل ہو چکے ہیں ان کا مواخذہ کیجیے۔ فرمایا نبی کے شہر میں مَیں تیر وتلوار کی اجازت نہیں دے سکتا۔ عرض کیا امیر المومنین میرے سپاہیوں کا ایک دستہ اپنی حفاظت کے لیے مدینہ میں ٹھہرا لیجیے فرمایا یہ تو مدینہ والوں پر بوجھ ہوگا۔ عرض کیا امیر المومنین آپ میرے پاس شام تشریف لے چلیے فرمایا جیتے جی مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔ عرض کیا آخری درخواست کی اجازت دیجیے فرمایا وہ کیا؟ عرض کیا حضور مجھے اپنا وصی نامزد فرما دیجیے کیونکہ مجھے آپ شر پسندوں کے ہاتھوں شہید ہوتے نظر آرہے ہیں۔ ''اِجْعَلْ لِیَ الطَّلَبَ بِدَمِکَ اِن قُتِلْتَ. ارشاد ہوا نَعَمْ ھٰذا لَکَ اِن قُتِلْتُ فَلاَ یَطِلُّ دَمِیْ'' ہاں اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو تو میرے خون کا مطالبہ کرے گا۔ یہ تجھے اختیار دیتا ہوں (تو میرا وصی ہے میرا خون رائیگاں نہ جائے''......(الامامة والسیاسة منسوب به ابن قتیبه دینوری ص ۲۹) یہ کتاب اگرچہ کسی سبائی تبرائی کی لکھی ہوئی ہے تاہم یہی صفحہ فوٹو سٹیٹ بھجوا کر محقق دوراں مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ سے بندہ نے رائے چاہی تو جواباً لکھا کہ قصاص عثمان کا مطالبہ کرنے والے اکیلے حضرت معاویہؓ ہی نہ تھے امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان بھی ان کے ہمراہ تھے۔ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے عم زاد بھائی تھے کیونکہ دونوں کے دادا ابوالعاص اور حرب'' حقیقی بھائی تھے۔ اس طرح چچازاد بھائی ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وصی الدم اور ولی الدم بھی تھے۔ علمائے سلف اور مورخین اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ قطعاً نہیں کیا تھا۔ مطالبہ فقط دم عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا اور اس بات پر عشرہ مبشرہ میں سے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (جو علی رضی اللہ عنہ و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد اور عم الرسول حمزہ شہید رضی اللہ عنہ کے سگے بھانجے) بھی تھے۔ ان کے علاوہ اصحاب رسول کی ایک عظیم جماعت بشمول ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا قاتلین عثمان سے قصاص لینے کا مطالبہ کر رہے تھے......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں صفین کے مقام پر جنگ وقوع پذیر ہو چکی تھی اس جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں نے قرآن بلند کیا تھا یہاں جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض مخلص اہل ایمان ساتھیوں نے یہی سوچا کہ فیصلہ تلوار سے نہیں قرآن کے ذریعے کیا جائے اس طرح قرآن بلند کر کے حَکَمین کو دعوت دی گئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسے اہل بصیرت کو حَکَم بنایا گیا۔ انھوں نے طرفین کے دلائل سنے اور فیصلہ دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ خلافت کا تو ہے نہیں قصاص دم عثمان کا ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اگر قصاص نہیں لے سکتے تو کسی تیسرے شخص کے سپرد معاملہ کیا جائے...... چھے ماہ بعد حَکَمین پھر ملیں اور حالات کے مطابق فیصلہ کریں...... مگر قاتلین عثمان کے گروہ کو اس فیصلے میں اپنی جانیں سولی پر نظر آرہی تھیں انھوں نے چھے ماہ کی مقرر مدت سے پہلے ہی امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیسیوں الجھنوں میں الجھا دیا اور ایک بڑا گروہ یہ کہہ کر الگ ہو گیا کہ **لا حکم الا اللّٰہ**...... تم نے امر تحکیم کو قبول ہی کیوں کیا۔ اب انھوں نے فتویٰ لگا دیا کہ علی معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تینوں کافر ہو گئے کیونکہ انھوں نے تحکیم کو قبول کیا۔ ان تینوں کو قتل کیا جائے۔ تین خارجیوں کو اس کام کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس دن بیمار تھے فجر کی نماز میں ان کا قائم مقام شہید کر دیا گیا۔ دمشق کی مسجد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا۔ وہ زخمی ہوئے۔ حملہ آور گرفتار ہوا۔ تیسرا خارجی مجرم ابن مُلجم جامع کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا۔ انھیں مہلک زخم آئے اور شہید ہو گئے۔ ابن ملجم گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ حَکَمین مقرر کرنے پر جب شیعانِ علی میں فساد پیدا ہوا اور اپنی جانیں بچانے کے لیے جب انھوں نے لشکر علی میں ہنگامے کھڑے کر دیے۔ اب امت کو سنبھالنے کے لیے بعض اصحاب رسول اور خیر خواہان امت کے مشورے سے حجاز اور عراق کو چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ کو خلیفۃ المسلمین قرار دیدیا گیا۔ اس وقت امت میں بیک وقت دو امیر المومنین ہو گئے۔ حجاز اور عراق وغیرہ میں سیدنا علی بن ابی طالب ابن عم رسول اور شام اور مصر وغیرہ میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نسبتی برادر اور ہم زلف رسول تاہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ابن علی نواسہ رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی پھر چند ماہ بعد نبوی پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے کہ ''میرا یہ بیٹا حسن سردار ہے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔'' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام اہل ایمان کی طرف سے امیر المومنین نامزد کرتے ہوئے ان کی بیعت کر لی اور اہل اسلام نے اس موقع کو ''عام الجماعۃ'' یعنی تمام اہل اسلام کے ایک امیر پر مجتمع ہونے کا سال قرار دے دیا۔

خلاصہ یہ کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ قصاص کئی وجوہ پر مبنی تھا

(۱) وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔

(۲) وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذمہ دار (گورنر) تھے۔

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ان کے ساتھ مل کر مطالبہ قصاص میں پیش پیش تھے۔

(۴) غزوۂ حدیبیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اڑتی خبر پر کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر رسول شہید کر دیے گئے'' قصاص عثمان رضی اللہ عنہ پر بیعت لی تھی۔ چودہ سو اصحاب رسول نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ واقعی شہید کر دیے گئے ہیں تو ہم ان کے قاتلین سے بدلہ لیں گے یا خود شہید ہو جائیں گے۔

(۵) اس بیعت پر اصحاب رسول کے لیے آسمان سے رضوان سرٹیفکیٹ نازل ہو کر قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کو حق قرار دے رہا تھا۔

(۶) بہت سے اصحاب رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اسی موقف پر کہ اب تو واقعی عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے لہٰذا قصاص لینا فرض ہو چکا۔ یہ عظیم صحابہ اسی بنیاد پر قاتلین عثمان سے قصاص کے مطالبہ میں پیش پیش تھے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہیں تھے مگر اسی عنوان پر جدوجہد میں شہید ہوئے۔

(۷) سب سے اہم وجہ مذکورۃ الصدر وصیتِ عثمان تھی کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وصی قرار دے کر تاکید کر دی تھی کہ میں شہید ہو جاؤں تو تم نے قصاص لینا ہے میرا خون رائیگاں نہ جائے۔ بہرحال امت تمام اصحاب رسول کو اپنے اپنے موقف میں برحق سمجھتی ہے۔ واللہ الہادی

ابوطلحہ عثمان

اے اللہ تو اس کے احسان کو نہ بھلانا

ستارے تمام روشن ہیں مگر دوری ونزدیکی کی وجہ سے ہمیں کوئی کم روشن کوئی زیادہ روشن نظر آتا ہے

''اصحابی کالنجوم.'' میرے صحابہ ستاروں کی طرح زاویوں کے اختلاف سے کوئی تمہیں قریب کوئی دور نظر آتا ہے اس لیے تم سمجھتے ہو فلاں زیادہ مؤثر فلاں کم ہے ورنہ جب کلمہ ''اصحابی'' میرا صاحب ''میرا صحبت یافتہ'' بول دیا۔ اب فیصلہ تو یائے متکلم نے کر دیا۔ لہٰذا جو میرا امتی ہے وہ میرے صحابی پر میری صحبت پر انگلی ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ اور جو دل کا اندھا ہوگا اسے یائے متکلم نظر نہیں آئیگی ابوجہل نے ننھی فاطمہ پر ہاتھ اٹھایا وہ روتی ہوئی ابا حضور کے پاس آئیں۔ ارشادنبوی ہوا بیٹا وہ سامنے ابوسفیان کے پاس چلی جاؤ۔ ابوسفیان بھی برداشت نہ کر پایا۔ سیدہ فاطمہ کو لے کر ابوجہل کی طرف چلا وہ ناہنجار اپنے ہم جنسوں میں خوش گپیاں کر رہا تھا۔ ابوسفیان نے کہا ''بیٹا مارو تھپڑ اور اپنا بدلہ لو'' اور معصوم فاطمہ کے ننھے ہاتھ نے سردار ابوجہل کی قسمت ہمیشہ کے لے کھوٹی کر دی۔ ابوجہل نے دیکھا ابوسفیان ساتھ آیا ہے وہ کچھ نہ کر سکا تلملا کر رہ گیا۔ دوسری طرف رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھ گئے۔ ''اللھم لاتنسا ھا لابی سفیان'' اے اللہ ابوسفیان کا مجھ پر یہ احسان تو بھی نہ بھلانا۔ ایک طرف یہ دعا مانگی تھی'' اللھم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب'' اے اللہ عمر بن خطاب کو اسلام کی عزت بنا۔ یہ مثبت دعا تھی منظور ہوئی۔ ابن خطاب آیا اور مسجد حرم کے اندر نماز پڑھی جانے لگی۔ ابن خطاب نے سامنے والے پہاڑ پر چڑھ کر نعرہ توحید لگایا۔ پہاڑ بھی جھوم اٹھا کہنے لگا اب میرا نام تا قیامت جبل عمر ہوگا۔ آج کی دعا میں اپیل تھی یہ نہیں کہا ابوسفیان کو بھیج دے اسے اسلام قبول کرنے کی توفیق دیدے بلکہ یوں کہا کہ اللہ اگر میں تیرا محبوب رسول ہوں تو میرے جگر پارہ فاطمہ کی خاطر اس نے اپنے ساتھی سردار ''قریشی سردار'' کا اعزاز نہیں دیکھا حقدار کو حق دلوایا ہے ظلم کا بدلہ دلوایا ہے۔ یا اللہ بس اب میں اور کچھ نہیں مانگتا بس یہ دیکھ لے کہ اس نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ بنی عبدمناف کی شاخ بنی امیہ کے سردار ابوسفیان قبائل قریش اور اہل مکہ کے قائد تھے۔ قیادت کا عہدہ انھی کے خاندان میں تھا۔ مکہ اور قریش مکہ پر اگر کوئی دشمن حملہ کرتا یا قریش کسی کے ساتھ جنگ لڑتے تو کمانڈر ان چیف بنی عبدشمس کے سردار حرب اور ان کے بعد ان کے بیٹے سردار ابوسفیان ہوتے۔ غزوہ بدر میں تقریباً تمام روسائے قریش مکہ جن کی تعداد ستر تھی مارے گئے۔ وزیر جنگ اور سپہ سالار سردار ابوسفیان تھے۔ اگر وہ اس جنگ میں موجود ہوتے تو ان کا بچ نکلنا مشکل ہوتا لہٰذا مشیت الٰہی سے وہ تجارتی سفر پر شام روانہ ہوئے۔ واپسی ہوئی تو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ بچ بچا کر مکہ پہنچ گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے چچا (جو ان کے سسر بھی تھے) عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس

(قائم مقام) سپہ سالار ہوئے اور اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید سمیت مسلم شاہینوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ میں سمجھتا ہوں یہ نبوی دعا ہی تھی جس نے اسے غزوہ بدر میں غیر حاضر رکھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگایا تھا کہ ''**یا اللہ لاتنساھا لابی اسفیان** '' ابی سفیان کا احسان نہ بھلانا۔ اور غزوہ خندق میں یہی سردار ابوسفیان تمام قبائل کفار کے سپہ سالار تھے ایک صحابی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسی کے لیے بھیجا تو ساتھ ہی فرمادیا کہ صرف معلومات لے کر آنا ہے۔ کسی کو قتل نہیں کرنا۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے تو سفیر نبوی ابوسفیان کو نمٹا کر ہی آتے۔ مگر نبوی دعا اور مشیت الٰہی سے یہاں بھی بچاؤ ہوگیا۔ غزوہ فتح مکہ کے موقع پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دخول مکہ سے ایک دن پہلے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ قریب تھا کہ سیف عمر تقدیر الٰہی بن کر اس کا قصہ تمام کر دیتی مگر یہاں بھی مشیت الٰہی سے عم الرسول حضرت عباسؓ ڈھال بن کر سامنے آ گئے۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ بنی عبد شمس میں دوستی اور قرابتداریاں شروع سے چلی آ رہی تھیں حضرت عباسؓ ان کے ندیم تھے۔ انھوں نے ابوسفیان کو پناہ دیدی اور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سابقہ رنجشیں معاف فرما کر صحابیت کا تاج عطا فرمادیا۔ کئی سال قبل کے احسانات کہ جب بدقماش مشرک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے تو آنحضور علیہ السلام اپنے گھر (بیت خدیجہ) کی بجائے سامنے والے ''دارابی سفیان'' میں پناہ لیتے۔ اور پھر ابوجہل نے ننھی فاطمہ کو تھپڑ مارا تو اس کا بدلہ بھی سردار ابوسفیان نے لے دیا تھا۔ اسی پر ابوسفیان کا مستقبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سونپ دیا تھا **اللھم لاتنساھا لابی سفیان**. نہ نبی نے بھلایا نہ اللہ نے بھلایا حتیٰ کہ غزوہ بدر میں حاضری سے بچایا غزوہ احزاب میں مجاہد صحابی کے ہاتھ سے بچایا۔ فتح مکہ سے ایک دن پہلے سیف عمر سے بچایا اور بالآخر اعلان نبی امی نے کر دیا کہ جس ''دارابی سفیان'' میں پہلے محمد رسول اللہ پناہ لیا کرتے تھے اب میں اس دارابی سفیان کو پناہ گاہ عالم قرار دے رہا ہوں۔ جو کوئی دارابی سفیان میں داخل ہوگیا وہ امن میں آ گیا۔ اللہ کا کلام ازلی ابدی ہے اسی طرح نبی کا فرمان ذیشان لازوال الیٰ یوم المیز ان ہے بیت محدود مخصوص ہوتا ہے۔ دار وسیع اور کھلا ہوتا ہے۔ بیت وہ گھر جہاں بیوی بچے ہوتے ہیں دار وہ گھر اور ڈیرہ جہاں دوست احباب، ملنے والے آ سکتے ہیں۔ بیت جہاں رات گزاری جاتی ہے۔ دار جہاں دن کو معاملات انجام دیے جاتے ہیں ملنے والے اہل حاجت آتے اور مشاورت وغیرہ ہوتی ہے۔ لہٰذا صاحب جوامع الکلم کی جامعیت کلام پر غور کیجیے۔ ''دارابی سفیان'' سیدنا ابوسفیان کا ڈیرہ تا قیامت کھلا ہے۔ جو یہاں پناہ لینے آئے گا اسے پناہ ملے گی، جو کوئی جھولی پھیلائے گا اس کی جھولی بھر دی جائے گی، جو کوئی اس لیے اس صحابی رسول ابن اعمام رسول کے در پر حاضری دے گا کہ امن وایمان ملے اسے اس کا مقصود ضرور ملے گا۔

صحابہ کے در پر میں کب سے کھڑا ہوں　　　نگاہیں جھکا کر ادب سے کھڑا ہوں

☆......☆......☆

مفتی ظہور احمد

عشر ادا کرنے کے فضائل ومسائل

(۱)　وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سورہ الانعام ۶:۱۴۲) کھیتی کے کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

(۲)　يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (البقرہ ۲:۲۶۷)

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی نیک کمائی سے اوراس میں جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا۔ اس آیت میں وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ سے عشر مرادلیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے عشر کا مفہوم نکلتا ہے۔ لیکن عشر کے بارے میں تفصیلی احکام احادیث میں موجود ہیں ان کے مطابق بارش، قدرتی نہروں، چشموں وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار میں سے دسواں حصہ ادا کیا جاتا ہے۔ کنویں اور نہریں (جن کے پانی کی قیمت ادا کی جاتی ہے) وغیرہ سے سیراب ہونیوالی زمینوں کی پیداوار میں سے بیسواں حصہ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (صحیح بخاری، جلد ۱:۲۰۱) جس زمین کو بارش یا چشموں کا پانی سیراب کرے یا خود بخود بارش کے پانی سے سیراب ہو اس میں عشر ہے (یعنی دسواں حصہ)۔

اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (یعنی بیسواں حصہ)۔

عشر نہ دینے پر وعید:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال میں عشر وزکوۃ ادا نہیں کرتے فرمایا ''جو لوگ اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اوراس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر دیجئے۔ یہ دردناک عذاب اس دن ہوگا جس دن اس سونے اور چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس آدمی کی پیشانی اس کے پہلو اوراس کی پشت کو داغا جائے گا اوراس کو کہا جائے گا هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (سورہ توبہ ۹:۳۵) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا آج تم خزانے کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس انجام سے محفوظ رکھے آمین۔

عشر وزکوٰۃ دینے والوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً وَاَعْطِ مُمْسِکاً تَلَفاً (بخاری) اے اللہ جو آدمی آپ کے راستے میں خرچ کر رہا ہے اس کو اور زیادہ عطا فرما اور اے اللہ جو اپنے مال کو روک کر رکھ رہا ہے اور عشر وزکوٰۃ ادا نہیں کر رہا تو اس کے مال پر ہلاکت ڈال دے۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے ''مَانَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِن مَّالٍ'' کوئی صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔ چنانچہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ادھر کسی مسلمان نے عشر وزکوٰۃ کو ادا کیا دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کی آمدنی کے دوسرے ذرائع پیدا کر دیئے اور اس کے ذریعے اس کے پاس زیادہ رقم آ گئی۔

بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ عشر وزکوٰۃ دینے سے اگرچہ گنتی کے اعتبار سے رقم کم ہو جاتی ہے لیکن بقیہ مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی برکت ہوتی ہے کہ اس برکت کے نتیجہ میں تھوڑے سے مال سے زیادہ فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ نیز ایک حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جب مال میں عشر وزکوٰۃ کی رقم شامل ہو جائے یعنی پوری زکوٰۃ یا عشر ادا نہیں کیا بلکہ کچھ ادا کی اور کچھ باقی رہ گیا تو وہ مال انسان کے لیے تباہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ اس لیے اس بات کا خوب اہتمام کیا جائے کہ ایک ایک پائی کا صحیح حساب کر کے عشر وزکوٰۃ ادا کیا جائے اس کے بغیر یہ فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ الحمد اللہ! مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو عشر وزکوٰۃ ضرور نکالتی ہے لیکن اس بات کا اہتمام نہیں کرتی کہ صحیح حساب کر کے عشر وزکوٰۃ ادا کرے پھر جب عشر وزکوٰۃ کی رقم ان کے مال میں شامل رہتی ہے تو نتیجتاً ہلاکت اور بربادی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

عشر واجب ہونے کی شرائط اور مسائل:

(۱)......مسلمان ہو، عشری زمین ہو، زمین سے پیداوار حاصل ہو، ایسی پیداوار جو بو کر حاصل ہو خود رو گھاس یا درخت پر عشر واجب نہیں۔

(۲)......عشری زمین میں جو کچھ پیداوار ہو اور نفع کی غرض سے بوئی گئی ہو ان سب پر عشر واجب ہے مثلاً گندم، جو، باجرہ، دھان، سبزیاں م پھل وغیرہ۔

(۳)......عشر تمام پیداوار سے نکالا جائے گا اور پیداوار کے اخراجات مثلاً بونے کاٹنے حفاظت کرنے ٹریکٹر مزدوروں سپرے کیمیائی کھاد ہل چلانے وغیرہ کے عشر سے منہا نہیں کیے جائیں گے۔

(۴)......اگر کل پیداوار ہلاک ہو جائے تو عشر ساقط ہو جائے گا، اگر کچھ ہلاک ہو گیا تو ضائع شدہ کا عشر ساقط ہو جائے گا،

باقی پیداوار کا عشر دینا واجب ہوگا۔

(۵)......اگر بارانی زمین ہو تو کل پیداوار کا دسواں ادا کیا جائے گا، اگر نہری زمین ہے یا ٹیوب ویل سے سیراب کی جاتی ہے تو بیسواں حصہ یعنی سو من میں سے پانچ من عشر ادا کرنا واجب ہے۔

(۶)......عشر واجب ہونے سے زمین کا خود مالک ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر کسی نے عاریت یا ٹھیکے پر زمین لی اور اس میں زراعت کی تو پیداوار کا عشر زراعت کرنے والے کے ذمہ ہوگا مالک کے ذمہ نہیں۔

(۷)......عشر واجب ہونے سے سال گزرنا بھی شرط نہیں سال میں جتنی بھی پیداوار ہوگی اتنی دفعہ ہی عشر ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۸)......اگر آدمی مقروض ہے تو بھی عشر ادا کرنا واجب ہوگا قرض کی رقم کو پیداوار سے منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ کل پیداوار سے عشر ادا کیا جائے گا۔

(۹)......عشر میں پیداوار کی بجائے قیمت دینا جائز ہے۔

(۱۰)......زمین کا عشر نہ نکالنے والا فاسق اور گنہگار ہے۔

(۱۱)......اگر کسی نے عشر ادا کرنے سے پہلے پیداوار کا کچھ حصہ استعمال کیا یا کسی کو دے دیا تو اس کے عشر کا ضامن ہوگا۔

(۱۲)......ایک بار پیداوار سے عشر ادا کرنے کے بعد جب تک اس کو فروخت نہیں کیا جاتا اس پر دوبارہ عشر وزکوٰۃ واجب نہیں البتہ عشر ادا کرنے کے بعد پیداوار کو فروخت کر دیا تو اس حاصل شدہ رقم پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس پر سال گزر جائے یا اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے تو جب اس کے نصاب پر سال ہوگا اس وقت اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۱۳)......جب پھل وغیرہ پک جائیں اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔

(۱۴)......عشری زمین، یا پہاڑ یا جنگل سے شہد نکالا تو اس میں بھی صدقہ واجب ہے۔

(۱۵)......کسی نے اپنے گھر کے اندر درخت لگایا یا کوئی چیز ترکاری قسم سے کچھ اور بویا اور اس میں پھل آیا تو اس میں عشر واجب نہیں۔

(۱۶)......اگر کسی نے چارہ بویا تو اس میں بھی عشر واجب ہے، چارے کی ہر لو کا الگ عشر دینا ہوگا۔

(۱۷)......باغات کے پھل میں بھی عشر واجب ہے۔

(بہ شکریہ، سہ ماہی تذکرۃ الرشید، ساہیوال)

حبیب الرحمٰن بٹالوی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا اصل نام محمد بن اسماعیل اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ ۱۳، شوال ۱۹۴ھ کو ازبکستان کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ ایک رات ان کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ انھیں فرما رہے ہیں۔ ”تمہارے رونے اور کثرت التجا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لخت جگر کی آنکھوں کا نور لوٹا دیا ہے۔“ صبح ہوئی تو والدہ نے دیکھا کہ بیٹے کی بینائی لوٹ آئی ہے۔

(”سیرت البخاری“ از مبارک پوری)

اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ کو بے پناہ حافظہ عطا کیا تھا۔ ایک دفعہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ، امام سلیمان بن حربؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ بخاری سبق کیوں نہیں لکھتے؟ جواب ملا ”یہ بخاری جا کر اپنی یادداشت اور قوت حفظ سے کام لے کر لکھ لیں گے۔“

آپ جو کتاب ہاتھ میں لیتے۔ ایک ہی نظر میں اس کی تمام احادیث یاد کر لیتے تھے۔　　(ابوبکر الکلوذانی)

امام بخاری دوران تعلیم جو کچھ سنتے اسے حفظ کر لیتے اور لکھتے نہ تھے۔　　(حاشر بن اسماعیل)

امام بخاری نے علم دین کی خاطر شدید بھوک برداشت کی۔ بعض اوقات پتوں پر گزارا کیا مگر حصول علم کی جدوجہد میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔ آپ کے کاتب محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ کبھی کبھی پورا دن گزر جاتا مگر امام بخاری ایک چپاتی بھی نہ کھاتے۔ ہنڈیا میں مسالہ ڈالنے یا بھنا ہوا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ صدقہ بڑی کثرت سے کرتے اور طلبہ میں سے جسے تنگ دست پاتے چپکے سے اس کی مدد کر دیتے۔ آپ نہایت کم گو تھے۔ لوگوں کی دولت کی کوئی طمع نہ رکھتے تھے۔ بس اپنے علمی کاموں ہی میں مگن رہتے تھے۔

امام بخاری بادشاہوں کے درباروں اور امراء کی چوکھٹ سے دور رہتے تھے۔ بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ بخارا کے گورنر ابوالہیثم نے امام بخاری کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنی کتب لے کر حرم شاہی میں آ کر درس دیا کریں۔ تاکہ میں بھی آپ سے استفادہ کر سکوں۔ آپ نے گورنر کے ایلچی کے ہاتھ جواب کہلا بھیجا کہ میں علم دین کی ناقدری نہیں کر سکتا کہ اسے اٹھا کر لوگوں کے دروازوں کا طواف کرتا پھروں۔ اگر تمہیں علم دین کا اتنا شوق ہے تو میری مسجد یا میرے گھر آ جایا کرو۔ میں دین کا علم چھپا کر نہیں رکھتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص سے دین کا مسئلہ پوچھا گیا لیکن اس نے اسے چھپایا۔ تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔''

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں اور ایمان، قول اور عمل کا نام ہے اور یہ اس کے مطابق گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

عبداللہ بن محمد صیارفی بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کی کنیز کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ ٹھوکر کھا کر امام صاحب کے سامنے رکھی ہوئی دوات پر گر پڑی۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: کس طرح چلتی ہو؟ کنیز نے جواب دیا: جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں؟ امام صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد کسی نے آپ سے کہا کہ کنیز نے آپ کو بڑا غصہ دلا دیا تھا مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بات ٹھیک ہے کہ اس نے غصہ دلانے والی بات کی تھی لیکن میں نے بھی اسے آزاد کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کر لیا۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے بعد امام بخاری کی کتاب ''صحیح بخاری'' کا درجہ ہے۔ کسی کتاب کو یہ رتبۂ بلند، یہ فضیلت اور یہ قبول عام حاصل نہیں ہوا۔ امام بخاری خود کہتے ہیں: ۔ میں نے کتاب ''الجامع الصحیح'' چھ لاکھ احادیث کی چھان بین کے بعد، صحیح احادیث منتخب کر کے سولہ سال میں مکمل کی ہے۔ اس کتاب کو اپنے اور اللہ کے درمیان ایک محبت، یعنی ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔

عبدالقدوس بن ہمام نے اپنے متعدد اساتذہ سے یہ بات سنی کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے ''صحیح بخاری'' کے عنوانات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور آپ کی قبر مبارک کے درمیان بیٹھ کر لکھے۔ آپ عنوان لکھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہفتے کی رات عشاء کی نماز کے وقت فوت ہوئے۔ وہ عیدالفطر کی رات تھی۔ آپ کی تدفین، عیدالفطر کے دن ظہر کے بعد عمل میں آئی۔ ابو منصور غالب بن جبریل بیان کرتے ہیں، دفن کے بعد امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی قبر سے عجیب قسم کی خوشبو اٹھنے لگی اور یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔

محمد سلمان قریشی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ کی ہر اِک ادا انداز پہ قرباں
گئے معراج پر جس پہ میں اس پرواز پہ قرباں

کیا ٹکڑے اشارے سے وہ جس نے ماہِ تاباں کو
جو تھے کافر ہوئے مسلم تیرے اعجاز پہ قرباں

ہیں ختم المرسلیں آقاؐ نہ بعد اُن کے نبی آیا
اسی انجام پہ قرباں اسی آغاز پہ قرباں

خدا کے دین کی خاطر وہ جس نے سختیاں جھیلیں
دیا ہے دین حق ہم کو تیری آواز پہ قرباں

تیری الفت، تیری رحمت، تیرے اخلاق عالی سے
ہوئے زیرِنگیں دُشمن تیرے انداز پہ قرباں

بچایا شرک و بدعت سے چھڑایا بت پرستی سے
دیا راز خدا ہم کو تیرے اس راز پہ قرباں

ملی ہیں عائشہ جب سے نبوت نے سکوں پایا
سسر صدیقؓ آقاؐ کے تیرے ہم راز پہ قرباں

پڑھائے جو نماز آخر نبی کو کعبۃ اللہ میں
میں اس فاروقِ اعظم سے تیرے جانباز پہ قرباں

کہا جس نے مدینے میں کسی کا خوں نہ بہہ پائے
غنیؓ جیسے نبوت کے میں اس دم ساز پہ قرباں

نبیؐ کے ساتھ جنگوں میں علیؓ اپنی شجاعت سے
جھپٹتا تھا جو اعدا پر میں اس شہباز پہ قرباں

ابو سفیاں کے بیٹے کی وہ نسبت ہے نبوت سے
سنائیں حالِ دل آقاؐ میں اس اعزاز پہ قرباں

عمر کو رشک تھا ہجرت کی جن راتوں پہ اے سلماںؔ
میں امی عائشہؓ کے باپ کے اس ناز پہ قرباں

☆......☆......☆

خطباتِ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جانشین امیر شریعت الامام مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کی ایک اور آڈیو ڈی وی ڈی تیار ہو چکی ہے۔ واضح رہے کہ اب تک تقریباً تین سو سے زائد بیانات کیسٹس سے سی ڈیز و ڈی وی ڈیز پر منتقل ہو چکے ہیں۔

برائے رابطہ: بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ایم ڈی اے چوک ملتان۔ فون: 0300-8020384

مفتی عارف محمود☆ پہلی قسط

کریڈٹ کارڈ۔ تعارف اور فقہی جائزہ

تاریخی انسانی، خاص طور سے اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ سولہویں صدی میں خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد وجود پانے والا مغربی نظام تمام شعبہ ہائے زندگی میں طرح طرح کی نئی تبدیلیوں کا باعث بنا، نئی ایجادات نے انسان کو جدید سے جدید تر کی دوڑ میں لگا دیا، جس کی وجہ سے نئے سیاسی، معاشرتی اور معاشی نظریات وجود میں آ گئے، مذہب کو نجی معاملہ قرار دے کر عملی طور پر اسے انسانی زندگی سے بے دخل کیا گیا، سرمایا دارانہ سوچ و فکر کے حامل چند لوگوں نے نئے سیاسی نظام جمہوریت کی چھتری تلے تمام عالم کی اقتصادیات کو اپنے ذاتی مفادات کا تابع بنالیا، حتیٰ کہ یہ چند مٹھی بھر سرمایہ دار اپنی اقتصادی طاقت کے بل بوتے پر بڑے بڑے ملکوں کی سیاست وسیادت پر حاوی ہو چکے ہیں۔ اس محدود سرمایہ دار طبقہ کی یہ مسلسل کوشش ہے کہ مادی ترقی اور جدید سے جدید ایجادات کا تسلسل قائم رہے، تاکہ انسانی معاشرہ ان کے دیے ہوئے نئے سیاسی اور معاشی نظام کے تحت ان کی اغوا کاری کا شکار رہے اور معاشیات و اقتصادیات سمیت پورا معاشرتی نظام ان کے زیر اثر رہ سکے، چناں چہ جدید مادی تجربات اور تجزیوں نے انسانیت پر ایسا نشہ طاری کر دیا ہے کہ وہ ضرورت وحاجت اور کمال کے مابین فرق کرنا بھول گئے، بازار میں جو نئی چیز آ گئی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور خریدتے جاتے ہیں، خواہ ان کی مالی واقتصادی حالت اور مالی بجٹ اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

سرمایہ دارانہ قوت نے نہ صرف انسانوں کی محنت اور فکر سے تیار کردہ موجودہ تمام اشیاء پر تسلط جمایا ہوا ہے، بلکہ آئندہ وجود میں آنے والی چیزوں کو بھی نگل جانے کے لیے تیار بیٹھی ہے، اس سرمایہ دارانہ قوت وطاقت نے نہ صرف مزدور ومتوسط طبقے کو اپنا غلام بنالیا ہے، بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ انسانی محنتوں پر بھی قابض نظر آتی ہے، اسی پر بس نہیں بلکہ مستقبل میں انسان کو غلام بنانے اور اس کی کمائی ہوئی دولت، اس کے ہاتھ میں آنے سے پہلے قبضہ کر لینے کی غرض سے عالمی سطح پر قرض کے لین دین کو انتہائی آسان اور عام بنا دیا گیا۔ سرمایہ دار نے اپنی دو دھاروں سے انسانی سرمایہ کو ذبح کر دیا ہے، ایک طرف تو اس نے سامان اور خدمات وغیرہ کو فروخت کر کے نفع کمایا، تو دوسری طرف تاخیر کی صورت میں سود بھی وصول کرنا شروع کر دیا، لہٰذا سرمایہ دار نے یہ کوشش کی کہ خرچ کو آسان سے آسان تر بنا دیا جائے، چناں چہ اس غرض سے اصل زر سونا، چاندی کی جگہ کاغذی نوٹ اور بینک چیک کو رواج دیا گیا، پھر مزید اس میں نت نئی شکلیں ایجاد کی گئیں، حیرت انگیز ترقی یافتہ الیکٹرونک ایجادات اور نہایت تیز رفتار مواصلات کے ذریعے قرض کا لین دین سہل اور آسان بنانے

☆استاذ ورفیق شعبۂ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ، کراچی

کے لیے مختلف کارڈز مارکیٹ میں لائے گئے، جن میں اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ اور کریڈٹ کارڈ زیادہ مروّج ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ خرچ کو ممکن بنایا جاسکے۔ دوسری طرف تاخیر کی صورت میں مزید رقم (سود) وصول کرنے کا موقع فراہم ہوجائے، غرض اس سب کا مقصد محض انسانیت کی خدمت نہیں، بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ دنیا کا خرچ اس کی پیداوار سے بڑھ جائے اور وہ بالآخر اپنا سرمایہ اور وجود پوری طرح ان سرمایہ داروں کے پاس گروی رکھنے پر مجبور ہوجائے۔

کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے کی وجہ اور اس کی ضروت کیوں پیش آئی؟ اس بات کو علماء اور معاشیات کے ماہرین نے مختلف انداز اور تعبیرات میں بیان کیا ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ صحیح بخاری کی درسی تقریر ''انعام الباری،، میں ''کریڈٹ کارڈ کی ضرورت کیوں پیش آئی'' کے عنوان سے فرماتے ہیں: ''پہلے یہ سمجھ لیں کہ کریڈٹ کارڈ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ چوری، ڈاکے بہت ہونے لگے ہیں، اگر کوئی آدمی گھر سے نکلے اور اسے لمبی چوڑی خریداری کرنی ہو، اب اگر وہ جیب میں بہت سارے پیسے ڈال کرلے جائے تو خطرہ ہے کہ ڈاکہ پڑ جائے، کوئی چھین لے، خاص طور پر اگر کہیں سفر پر جارہا ہوتو ہر وقت اپنے پاس بڑی رقم لے کر پھرنے میں بہت خطرات ہیں، اس لیے اس کا ایک یہ طریقہ نکالا کہ بینک ایک کارڈ جاری کرتا ہے، جس کو کریڈٹ کارڈ کہتے ہیں''۔(۱)

بعض حضرات نے اسے نئے معاشی نظام کا نتیجہ قرار دیا ہے۔(۲) فقہ اکیڈمی ہند کی طرف سے جو سوالنامہ کریڈٹ کارڈ پر بحث کے حوالے سے مرتب کیا گیا تھا اس میں گلوبلائزیشن اور اس کے نتیجے میں معیشت وتجارت میں رونما ہونیوالے اثرات اور رقوم کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کی حاجت وضرورت کو کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے کا سبب بتایا گیا ہے(۳)، یہی مذکورہ بالا وجہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے بھی کریڈٹ کارڈ کے حوالے سے اپنے مقالہ میں تحریر کی ہے(۴)، ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی نے کریڈٹ کارڈ پر اپنے مقالہ "بطاقات الائتمان" میں اسے سماجی اور معاشی انقلاب قرار دیا ہے۔(۵)

کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے کی جو وجہ بھی بیان کی جائے وہ اپنی جگہ ہے، لیکن اتنی بات تو سب میں قدرِ مشترک اور مسلم ہے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں وجود پزیر ہوا ہے، کیوں کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ذاتی منافع کے محرک کو بے لگام گھوڑے کی طرح آزاد چھوڑا گیا، جس کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے نت نئے طریقے اختیار کئے گئے، سرمایہ دار کے استحصالی دماغ نے لوگوں کے سرمایہ کو سمیٹنے کے لیے بینکنگ کے نظام کو متعارف کروایا، اسی پر بس نہیں، بلکہ آئے روز نئے ہتھکنڈوں کے ذریعے عوام الناس کا خون نچوڑا جارہا ہے، یہ کیسے ہورہا ہے، اس بارے میں شیخ محمد مختار سلامی، مفتی اعظم تیونس نے تفصیلی گفتگو کی ہے، وہ کریڈٹ کو عصر حاضر کی حیرت انگیز ترقی یافتہ الیکٹرونک ایجادات اور تیز رفتار مواصلات کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں۔(۶)

کریڈٹ کارڈ کی تاریخ اور پس منظر: "بيت التمويل الكويتي" کی طرف سے کریڈٹ کارڈ کی تاریخ

کچھ یوں بیان کی گئی ہے: ''پیمنٹ کارڈ (Payment Card) جاری کرنے کی طرف پہلا قدم امریکی ریاستوں میں ویسٹرن یونین (Western Union) نامی کمپنی نے اٹھایا، اس کمپنی نے ۱۹۱۴ء میں اپنے بعض خاص کسٹمرز کو واجبات کی ادائیگی (Payment) میں مہلت و سہولت فراہم کرنے کی غرض سے ایک کارڈ جاری کیا۔ ۱۹۱۷ء میں بعض بڑے ہوٹلوں، کاروباری مراکز، پیٹرولیم کمپنیوں اور اسٹیل ملز (Steel Mils) نے وسیع پیمانے پر خاص طرز کے کارڈ جاری کیے، جو صرف انہی مذکورہ بالا اداروں میں استعمال کیے جاسکتے تھے، اسی بنیاد پر ۱۹۲۴ء کو جنرل پیٹرولیم کارپوریشن (General Petroliam Corporation) نے عمومی سطح پر کیلی فورنیا میں ایک حقیقی کریڈٹ کارڈ جاری کیا، تا کہ اس کمپنی سے پیٹرولیم مواد خریدنے والے کسٹمرز اس کارڈ کی بنیاد پر فی الفور ادائیگی کے بجائے بعد کی مقرر تاریخوں میں پیمنٹ (Payment) کرسکیں۔ (۷) ۱۹۲۴ء کے بعد ڈنرز کلب (Dinner's Club) کے نام سے جو کمپنی نے کریڈٹ کارڈ جاری کیا، اس کی ابتدا اور کارڈ جاری کرنے والے سال کے بارے دو قول ہیں، بعض حضرات جیسے ڈاکٹر بکر بن عبداللہ أبوزید (۸) رکن اللجنۃ الدائمۃ للإفتاء والبحوث اور ڈاکٹر محمد علی القری بن عبید (۹) رکن مرکز أبحاث الاقتصاد الإسلامی، جامعۃ الملک عبد العزیز، جدہ اور جناب فتحی شوکت صاحب، نابلس فلسطین (۱۰) کے نزدیک (Dinner's Club) کے نام سے کارڈ جاری کرنے والی کمپنی ۱۹۴۹ء میں قائم کی گئی، ابتداء اس کمپنی نے صرف شام کا کھانا (Dinner) ہوٹلوں پر کھانے والوں کے لیے کارڈ کا اجراء کیا۔ (۱۱)

Dinner's Club کے بعد امریکن ایکسپریس (American Express) اور کارٹ بلانچ (Carte Blanch) میدان میں آئے، پھر ۱۹۵۱ء میں بینکوں نے اس طرف پیش قدمی کی، نیو یارک، امریکہ میں فرانکلین نیشنل بینک (Franklin National Bank) نے کریڈٹ کارڈ جاری کیا، کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ادائیگی کے نظریہ کی کامیابی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو سال کے قلیل عرصے میں صرف امریکہ کی مختلف ریاستوں میں سو [۱۰۰] کے قریب بینکوں نے کارڈ جاری کرنا شروع کیا۔ ۱۹۵۵ء میں (First National Bank of Bostan) نے (Ckeek Credit plan's) کے نام سے کریڈٹ کی دنیا میں ایک نیا پلان پیش کیا، جس کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ نے مزید ترقی کی راہیں طے کیں، اس خاص پلان کا مقصد بینکوں کے صارفین کو مشینوں کے ذریعے بسہولت قرضے فراہم کرنا تھا، بینکوں نے اس حوالے سے مزید پیش رفت کی، یہاں تک کارڈ ہولڈر کی طرف سے جاری ہونے والے چیک (Cheque Guarantee Card) اور اس میں لکھی ہوئی رقم کی ادائیگی کی ضمانت بھی بینکوں نے قبول کرنی شروع کر دی۔ (۱۲) ۱۹۵۹ء میں امریکہ کے سب سے بڑے بینک (Bank of America) نے بھی کریڈٹ کارڈ جاری کرنا شروع کیا۔ (۱۳) اسے (Chase Bank) کا تعاون بھی حاصل تھا، ان دونوں بینکوں کا اشتراک (Chase

(Manhatten) کے نام سے جانا جاتا تھا۔(۱۴) Bank of America نے کارڈ کی مانگ اور چلت کو دیکھتے ہوئے دیگر بینکوں کے تعاون سے (National Bank America Card Crop) کے نام سے ''کریڈٹ کارڈ'' جاری کرنے اور اس کے تمام معاملات کے لیے ایک اور ادارے کو قائم کیا۔(۱۵) بینکوں کے اسی مذکورہ تعاون اور باہمی اشتراک کے نتیجے میں ماسٹر کارڈ وجود میں آیا، جو (First National Bank of tuisuiolle) کی ملکیت تھا، اس کارڈ کو عوام کی طرف سے زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔(۱۶) Master Card کی شاندار کامیابی کے بعد ۱۹۷۷ء میں بعض بینکوں نے باہمی تعاون اشتراک کے نام سے (Visa Carporation) کے نام سے ایک اور ادارہ بنایا، جو (Visa) کے نام سے کریڈٹ کارڈ اور دیگر کارڈ جاری کرنے لگا۔(۱۷) اس دوران عالمی سطح پر کریڈٹ کارڈز نے رواج و شہرت پائی، امریکن ایکسپریس (American Express) ماسٹر کارڈ (Master Card) یورو کارڈ (Euro Card) وغیرہ۔(۱۸) کریڈٹ کارڈ کی بے انتہا مقبولیت، شہرت اور رواج نے کارڈ جاری کرنے والے اداروں کو بین الاقوامی کمپنیوں کا مقام دیا، یہاں تک کہ ان کمپنیوں نے خود کارڈ جاری کرنے کے بجائے، مختلف کارڈ جاری کرنے والے بینکوں کو ممبر بنانا شروع کیا، ممبر کو اس حوالے سے اصول وضوابط بنا کر دیئے، اور کریڈٹ کارڈ کے معاملات کی نگرانی کے بدلے یہ کمپنیاں ممبر بینکوں سے کمپنی کے نام سے کارڈ جاری کرنے پر اجرت وصول کرتی ہیں۔(۱۹)

کارڈ جاری کرنے والی کمپنیوں کا تعارف: عالمی سطح پر مذکورہ بالا کمپنیاں براہ راست یا بینکوں کے واسطے سے مختلف نوعیت کے کریڈٹ کارڈ جاری کرتی ہیں، ان میں سے بعض کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ ویزا انٹرنیشنل (Visa International) ''ویزا'' (Visa) ایک ایسی تنظیم اور کمپنی کا نام ہے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ممبر بینکوں کو کریڈٹ کارڈز کے حوالے سے مختلف انواع کی خدمات مہیا کرتی ہے، بینکوں کے داخلی نظام میں دخل دیے بغیر مذکورہ بالا کمپنی فیس لے کر ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ ''ویزا'' کے دو بڑے شعبے ہیں: (الف)-Visa U.S.A یہ امریکہ میں ''ویزا'' کے نام سے کریڈٹ کارڈ کے معاملات کو سنبھالتی ہے۔(ب)- ویزا انٹرنیشنل (Visa International) یہ بین الاقوامی اور عالمی سطح پر خدمات انجام دے رہی ہے، دنیا کے ۱۳۶ سے زائد ممالک میں اس کی برانچیں ہیں۔(۲۰) ویزا انٹرنیشنل تین طرح کے کارڈ جاری کرتی ہے: ۱- بطاقة الفيزا الفضية (Visa Silver Card) ۲- بطاقة الفيزا الذهبية (Visa Goldend Card) ۳- بطاقة الفيزا الإلكترون (Visa Electronic Card)۔ (۲۱) امریکن ایکسپریس (American Express) یہ عالمی سطح کا ایک بہت بڑا بینک اور مالیاتی ادارہ ہے، بینکوں سے متعلق مالیاتی امور کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ کارڈ بھی جاری کرتا ہے، امریکن ایکسپریس کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ امریکن ایکسپریس تین طرح کے کارڈ جاری کرتا ہے، ۱- امریکن ایکسپریس

گرین کارڈ (American Express Green Card)،۲-امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ (American Express Golden Card)،۳-امریکن ایکسپریس ڈائمنڈ کارڈ (American Express Diamond Card).(۲۲)ماسٹر کارڈ (Master Card): ماسٹر کارڈ انٹرنیشنل مارکیٹ میں ایک جانا پہچانا اور معروف نام ہے، ۲۳۰۰ سے زائد مالیاتی اداروں کو اپنے صارفین سے معاملات کرنے میں ماسٹر کارڈ کا تعاون حاصل ہے۔"ماسٹر کارڈ اور ویزا کارڈ" کے (۲۰۰۰۰) بیس ہزار سے زائد مالیاتی ادارے ممبر ہیں، جو دنیا کے مختلف اطراف واکناف میں صارفین کو سہولیات فراہم کر رہے ہیں۔ اسیس پرائیویٹ لمیٹڈ (Access Private Limitde) برطانیہ میں کارڈ جاری کرنے اور ان کے ذریعے مالیاتی لین دین میں بینکوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، ایک کمپنی جو اسیس پرائیویٹ لمیٹڈ کے نام سے مشہور ہے، چار برطانوی بینکوں کے باہمی تعاون سے وجود میں آئی ہے، وہ چار بینک درج ذیل ہیں: ۱-لویڈس بینک (Lovidas Bank)۲-میڈلانڈ بینک (Maidelande Bank)۳-نارتھ ویسٹرتھ بنک (North Whersth Bank) ۴-نیشنل بینک آف اسکاٹ لینڈ (National Bank of Scartland).(۲۳)

بارکلیز کارڈ (Barclay's Card) کے نام سے یہ کارڈ بھی برطانیہ کا ایک بینک بارکلیز بینک جاری کرتا ہے، ان دونوں کمپنیوں نے اپنے کارڈوں کی مانگ اور چلت کی وجہ سے انہیں عالمی حیثیت دینے کی پالیسی اپنائی، (Access) نامی کمپنی نے ماسٹر کارڈ انٹرنیشنل سے اس حوالے سے معاہدات کیے، جس کے نتیجے میں جہاں جہاں ماسٹر کارڈ کو قبول کیا جاتا ہے، وہاں پر Access والوں کا کارڈ بھی استعمال کیا جانے لگا، اس طرح بارکلیز بینک نے ویزا (Visa) کمپنی سے تعاون حاصل کیا، اور اپنے صارفین کو انٹرنیشنل سطح پر "ویزا" کے مراکز اور "ویزا" کارڈ کی طرح کارڈ استعمال کرنے کی سہولت فراہم کی، لہٰذا جہاں بھی "ویزا کارڈ"، مستعمل ہے وہاں پر بارکلیز کارڈ کے ذریعے بھی خرید و فروخت اور دیگر سہولیات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

کریڈٹ کارڈ کی لغوی تعریف: کریڈٹ کارڈ کو عربی میں "البطاقة الائتمانية" کہتے ہیں، چوں کہ عربی میں یہ دو جملوں سے مل کر بنا ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ تعریف کے بعد پھر مجموعہ کی تعریف ذکر کی جائے گی۔

بطاقۃ کی تعریف: بطاقات، بطاقۃ کی جمع ہے، کتابۃ کے وزن پر، جیسے کہ صاحب تاج العروس نے ذکر کیا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ "البطاقة بمعنى الورقة" کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے، جب کہ علامہ جوہری کہتے ہیں کہ کپڑے پر چسپاں اس رقعے کو کہا جاتا ہے جس میں سامان کی قیمت، وزن یا عدد مذکور ہوتا ہے، بعض حضرات اسے مصری زبان کا لفظ قرار دیتے ہیں، جب کہ دوسرے بعض اسے مصری زبان کے ساتھ مقید نہیں کرتے، بلکہ اسے عام قرار دیتے ہیں۔ ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ ابن الاعرابی کا قول اس بارے میں صحیح ہے کہ یہ ورقہ کے معنی میں ہے۔(۲۴)

خلاصہ یہ ہوا کہ بطاقۃ ایک فصیح عربی کلمہ ہے اور یہ کاغذ (کے ٹکڑے) یا پرچی کے معنی میں مستعمل ہے، یہی بطاقات کا اصلی معنی ہے، پھر زمانے کے گزرنے کے ساتھ اس میں ترقی ہوئی اور یہ دھات سے بنایا جانے لگا، اس پر کارڈ نمبر اور حامل کارڈ کا نام کھدا ہوا ہوتا ہے، پھر اس میں مزید ترقی ہوئی اور یہ پلاسٹک سے بنایا جانے لگا۔(۲۵)

کارڈ کی فنی اور اصلاحی تعریف: پلاسٹک کا بنا ہوا ۵.۵ سینٹی میٹر سے ۸.۵ سینٹی میٹر تک کا ایک مستطیل ٹکڑا جس پر حامل کا نام، تاریخ اصدار وانتہاء، کارڈ جاری کنندہ کا نام، اور حامل کارڈ کی ظاہری علامت (اگر موجود ہو تو) جلی حروف میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔کارڈ کی عالمی کمپنی اور بینک کی مخصوص علامت واضح طور پر پرنٹ ہوئی ہوتی ہے۔اس کی پشت پر بعض اہم معلومات درج ہوتی ہیں، جیسے کارڈ کی نوعیت، اس کا سیریل نمبر اور کارڈ ہولڈر کا شخصی نمبر، بینک اور کارڈ جاری کنندہ کی مہر اور کارڈ جاری کنندہ کا رابطہ اور پتہ اور کارڈ ہولڈر کے دستخط وغیرہ۔(۲۶)

کریڈٹ (الائتمان) کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: کریڈٹ انگریزی زبان کی اصطلاح ہے، کریڈٹ عصر حاضر کے معروف معنی میں پہلے استعمال نہیں ہوا، البتہ اس کے شواہد اور استیناس بعض حضرات نے ذکر کیے ہیں، جو عنقریب آپ حضرات کے سامنے بیان کیے جائیں گے۔کریڈٹ (Credit) کے معنی کے بارے میں اقتصادیات سے بحث کرنے والے معاصر علماء میں اختلاف ہے، اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ کریڈٹ (الائتمان) قرض کے معنی میں ہے، جیسا کہ ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان کی رائے ہے، جب کہ ان کے علاوہ باقی حضرات اسے اعتماد کے معنی میں لیتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی تفصیل پیش خدمت ہے۔قول اول: کریڈٹ بمعنی الإقراض: ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب صاحب کہتے ہیں کہ عام طور سے ماہرین اقتصادیات اور بینکار حضرات کریڈٹ کا ترجمہ الائتمان (بمعنی اعتماد) کے کرتے ہیں، اور وہ اسے کریڈٹ کا ترجمہ قرار دیتے ہیں، جب کہ انگلش ڈکشنریوں کی مراجعت سے اس کے بہت سارے معانی سامنے آتے ہیں۔ عام طور سے اس کا اطلاق آدمی کے مرتبے، اس کی عزت وتوقیر اور نسبت پر ہوتا ہے، کسی کی برابری کا اعتراف کرنا، اچھی شہرت، ابتداء واعتماد اور بینک میں موجود اس کے اکاؤنٹ اور بیلنس کو بھی انگریزی میں کریڈٹ کہتے ہیں، اسی طرح ثمن کی ادائیگی میں معتمد ہونے کی وجہ سے اس کی ادائیگی سے قبل اپنی ضروریات کے حصول پر قدرت پانا، کسی کے حصوں کا اعتراف کرنا، امتحان میں امتیازی مرتبے سے کامیاب ہونے کی وجہ سے ملنے والے بلند علمی مرتبہ، اور تجارتی معاملات میں شہرت اور مرتبہ وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔(۲۷) یہی وہ معانی ہیں جن سے ائتمان کے معنی کی تخصیص ہوتی ہے جو کہ اس بحث کا محور ہے۔ (Card) کے بھی بہت سارے معانی ہیں، ان میں سے سب سے مشہور اور معروف یہ ہے کہ کارڈ پلاسٹک کے بنے ہوئے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں، جسے کوئی بنک جاری کرتا ہے، یا کوئی اور ادارہ، کارڈ ہولڈر کے لیے، اس پر کارڈ ہولڈر سے متعلق بعض امور درج ہوتے ہیں، اگر کریڈٹ کے قبیل سے ہو تو اسے نقد رقم کے حصول یا دین کے حصول کی غرض سے جاری کیا جاتا ہے۔(۲۸)

(جاری ہے)

عکسِ تحریر، حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

محقق اہل سنت، مداح صحابہ، حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عکس تحریر ابن امیر شریعت قائد احرار حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کا عطا کردہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو آپ اسی عنوان پر گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت پیرجی مدظلہ کی درخواست پر آپ نے اہل سنت کی دس علامتیں اپنے قلم سے تحریر کر کے عنایت فرمائیں (ادارہ)

وفی ای وی من اہل السنۃ والجماعۃ من فیہ عشرۃ اشیاء

الاول لا یقول شیئا فی اللہ تعالیٰ لا یلیق بصفاتہ

الثانی یقر بان القرآن کلام اللہ تعالیٰ ولیس بمخلوق

الثالث یری الجمعۃ والعیدین خلف کل بر وفاجر

الرابع - یری القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ

الخامس - یری المسح علی الخفین جائزاً

السادس لا یخرج علی الامیر بالسیف

السابع یفضل ابابکر وعمر وعثمان وعلیاً رضی اللہ عنہم علی سائر الصحابۃ

الثامن لا یکفر احداً من اہل القبلۃ بذنب

التاسع یصلی علی من مات من اہل القبلۃ

العاشر یری الجماعۃ رحمۃ والفرقۃ عذابا

(البحر الرائق جلد ۸ ص ۱۸۲ کتاب الکراہیۃ تحت التتمۃ

ویری الجماعۃ حقاً وصواباً والفرقۃ زیغاً وعذاباً (عقیدہ طحاویہ ص ۵)

حوشب الطائی کا قول

وان من امۃ یہلکت الا من قبل علمائہا

(مصنف عبدالرزاق ص ج ۳

امام اوزاعی کا قول

اذا اراد اللہ بقوم شراً فتح علیہم الجدل ومنعہم العمل

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد اول ص ۱۷۹ تحت الاوزاعی

علامات اہل السنۃ والجماعۃ

حاوی میں ہے وہ شخص اہل سنت میں سے ہے جس میں دس باتیں ہوں

(۱) اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی کوئی بات نہ کہے جو اُن کی صفات کے لائق نہیں۔

(۲) اس بات کا اقرار کرے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔

(۳) جمعہ اور عیدین کی نماز ہر نیک و گناہ گار کے پیچھے ادا کرنے کو جائز سمجھتا ہو۔

(۴) اچھی بری تقدیر کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہو۔

(۵) موزوں پر مسح کرنا جائز سمجھتا ہو۔

(۶) اپنے (اسلامی) امیر کے خلاف مسلح جدوجہد نہ کرتا ہو۔

(۷) حضرات ابوبکر عمر وعثمان وعلی (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو باقی سب صحابہ پر فضیلت دیتا ہو۔

(۸) کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ قرار دیتا ہو۔

(۹) اہل قبلہ (مسلمانوں) میں سے جو بھی فوت ہو اس کا نمازہ جنازہ پڑھتا ہو۔

(۱۰) جماعت (اجتماع) کو رحمت جانتا ہو اور فرقت (علیحدگی) کو عذر سمجھتا ہو۔

(البحر الرائق ج۸ ص ۱۸۲، کتاب الکراھیۃ تحت التتمۃ)

عقیدہ طحاویہ میں ہے:

ہم جماعت کو حق وصواب سمجھتے ہیں اور فرقہ بندی کو گمراہی اور عذاب (عقیدہ طحاویہ ص:۸)

امام حوشب الطائی کا قول ہے:

''جوامت بھی ہلاکت سے دوچار ہوئی اس کی وجہ اس کے علماء تھے'' (مصنف عبدالرزاق، ج:۳)

امام اوزاعی نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم میں شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان پر (بحث) جدال کھول دیتے ہیں اور انھیں عمل سے روک دیتے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ذھبی جلد اوّل، ص: ۱۷۹، تحت الاوزاعی)

☆......☆......☆......☆

پروفیسر خالد شبیر احمد　　　قسط نمبر ۴۷

ورق ورق زندگی

پروفیسر محمود قریشی مرحوم سے ملاقاتیں

ایک دفعہ ملتان جانے پر دارِ بنی ہاشم میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے کہ یہاں پڑوس میں ہمارے انتہائی مخلص دوست پروفیسر محمود قریشی مقیم ہیں۔ وہ گورنمنٹ کالج سول لائنز میں جہاں آپ پڑھاتے رہے ہیں آج کل اردو کے پروفیسر ہیں اور کئی بار آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کر چکے ہیں۔ انھوں نے آپ کے اور اس کالج میں جو آپ کا دور تھا اس کے متعلق بہت کچھ سن لیا ہے۔ اس دور میں جو کچھ آپ کرتے رہے ہیں اس سے بڑے متاثر نظر آتے ہیں۔ بار بار کہہ چکے ہیں کہ جب بھی خالد شبیر آئیں مجھے ان سے ملوائیں۔ میں نے کہا یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کی جتنی خواہش رکھتے ہیں اب میں بھی ان سے ملنے کا اسی قدر ہی مشتاق ہوں۔ چنانچہ مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے ان کے ہاں اطلاع بھجوائی، وہ سنتے ہی تشریف لے آئے۔ ہم کافی دیر تک عطاء المحسن شاہ صاحب کی ہم نشینی میں گفتگو کرتے رہے۔ یہ ان کے ساتھ میری پہلی ملاقات تھی۔ کہنے لگے کہ آپ کے قصے کالج کے کچھ اساتذہ کے ذریعے سنے تو حیران رہ گیا۔ کہ جب کبھی کالج میں طالب علم کسی معاملے میں ہڑتال کر دیتے تو آپ ان سے خطاب کرتے اور انھیں ہڑتال ختم کرنے پر آمادہ کر لیا کرتے تھے۔ آپ کیا واقعی اپنے طالب علموں میں اس قدر پسندیدہ اور مقبول تھے کہ آپ کی ہر بات ماننے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کالج کے پراکٹر ٹیم کے انچارج تھے اور ہاکی ٹیم کے بھی انچارج تھے؟ کیا واقعی آپ ایک دفعہ کسی جرم میں مطلوب لڑکے کے پیچھے بھاگ پڑے اور اسے ایم ڈی اے چوک میں آ کر پکڑا اور پرنسپل صاحب کے سامنے پیش کیا؟ میں نے کہا کہ یہ باتیں درست ہیں یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اس قسم کے کئی واقعات ہیں جن میں سے کچھ آپ نے کہیں سے سن لیے ہوں گے اور کئی مزید آپ کو سننے کو ملیں گے۔ فی الحال آپ اپنا تعارف کروائیں۔ پھر انھوں نے اپنا تعارف کرایا۔ یہ میری ان کے ساتھ پہلی ملاقات تھی۔

لیکن میں نے اس پہلی ملاقات میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ ملاقاتیں انشاء اللہ جاری رہیں گی۔ میرا معاملہ یہ رہا ہے کہ میں کسی سے پہلی ملاقات میں ہی فیصلہ کر لیتا ہوں کہ دوسری دفعہ اس شخص سے ملنا ہے کہ نہیں۔ مجھے انھوں نے اپنی پہلی ملاقات میں ہی اپنے حسنِ اخلاق، بشاشتِ رُو اور تہذیب و ثقافت سے گرویدہ بنا لیا تھا۔ پھر اس کے بعد جب بھی میں ملتان گیا وہ مجھے دارِ بنی ہاشم میں قیام نہیں کرنے دیتے تھے بلکہ اپنے گھر پر ہی ٹھہراتے تھے۔ ہم چند ملاقاتوں میں ہی ایک دوسرے کے بے تکلف دوست بن گئے تھے۔ میرے خیال میں محمود قریشی مرحوم و مغفور ان تمام انسانی اوصاف سے مالا مال تھے جو دوستی، محبت، ہم نشینی اور دَم سازی کی لطافتوں کا عطر ہیں۔ جب بھی میرا ملتان جانا ہوتا مجھے کسی نہ کسی تعلق دار کے ساتھ ملوانے کے لیے لے جاتے۔ کئی دفعہ جناب ڈاکٹر اسلم انصاری سے ملاقات ان کے ذریعے سے ہوئی۔ کئی دفعہ زکریا یونیورسٹی میں

لے گئے۔ جہاں ڈاکٹر انوار، جو اس وقت زکریا یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے ڈین تھے، ان سے ملوایا۔ میرے ان شاگردوں سے مجھے ملوایا جو اب خود ملتان کے معروف پروفیسروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان حضرات کی تعظیم اور تعلیمی ترقی دونوں سے متاثر ہوا۔ کئی بار اپنے کالج لے گئے شعبہ اردو میں جناب عاصی کرنالی کے بیٹے ڈاکٹر شارق جاوید سے ملاقات کرائی۔ پروفیسر انور جمال سے ملوایا۔ ان سے میں پہلے ہی متعارف تھا کہ جب سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے دارِ بنی ہاشم میں امیر شریعت کی یاد میں ایک تاریخی مشاعرہ کرایا تو انھوں نے بھی شاہ جی پر ایک بڑی خوبصورت اور دلکش نظم پڑھی تھی۔

پروفیسر محمود قریشی مرحوم، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عزم وہمت اور فقر و جرأت و استغناء کے بہت سے چشم دید قصے بتاتے۔ وہ تو شاہ صاحب کے شیدائی تھے۔ دین کے لیے ان کی انتھک اور بے لوث محنت کی بات کرتے کرتے کبھی ان کی آنکھوں سے آنسو بھی ڈھلک پڑتے۔ پھر محسن شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کی دین داری اور طالبان دین کی خدمت گزاری کا تذکرہ جس ادب اور احترام کے ساتھ کرتے وہ میری عقیدتوں میں اضافے کا سبب بنتا۔ وہ کہتے تھے کہ دارِ بنی ہاشم کی یہ ساری رونقیں ان دونوں میاں بیوی کی بے انتہا محنت کی مرہون منت ہیں۔ ان دونوں نے انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں بھی اپنی محنت کو جاری رکھا۔ ان کو دین اور دینی کاموں سے عشق تھا۔ کہتے تھے کہ محسن شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ تمام طلباء کی روٹیاں اپنے ہاتھ سے پکاتی تھیں۔ اور طالب علموں کی ضروریات کو پورا کرتیں۔ خاص طور پر محسن شاہ صاحب کسی دورے پر گھر سے باہر ہوتے تو یہ تمام کچھ ان کے لیے اور زیادہ مشکل ہو جاتا۔ لیکن مجال ہے کہ ان کے عزم میں کسی قسم کی کوئی جھول آجائے۔ مجھے جب بھی محسن شاہ صاحب کی عدم موجودگی میں کوئی کام کہتیں تو میں اپنی تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سعادت اور ذخیرۂ آخرت سمجھ کر کام کو کرتا اور خوشی ہوتی کہ دین کے کام میں میرا بھی حصہ پڑ جاتا ہے۔ میں ان کی ہمسائیگی میں رہ کر دین اور دینی تقاضوں سے متعارف ہوا ہوں۔ یہ دونوں میاں بیوی میرے محسن ہیں۔

ایک دفعہ انھوں نے مجھے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ پی۔ ایچ۔ ڈی کروں لیکن مجھے جناب اسلم انصاری سے اس سلسلے میں تعاون و رہنمائی کی ضرورت ہوگی اور ڈاکٹر انوار احمد شعبے کے ڈین ہیں۔ ڈاکٹر انوار کا مجھ سے تلمذ کا تعلق تھا جبکہ جناب ڈاکٹر اسلم انصاری میرے ہمکار بھی رہے اور ایسے بھی کرم فرماتے رہتے تھے۔ میں نے کہا میرا ٹیلی فون پر دونوں سے رابطہ کراؤ۔ پہلے ڈاکٹر اسلم انصاری سے بات ہوئی کہ ڈاکٹر انوار سے ملاقات کرنی ہے اور آپ کو ساتھ لے کر جانا ہے کہنے لگے میرا تو آج کل ان سے کچھ زیادہ ربط ضبط نہیں بلکہ ہمارے درمیان کسی قدر فاصلہ ہے۔ میں نے کہا کہ اسی لیے تو آپ کو ساتھ لینا ہے کہ آپ کا ان کے ساتھ تعلق بہتر ہو۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئے تو میں نے محمود قریشی سے کہا کہ اب ڈاکٹر انوار سے فون پر بات کراؤ ان سے بات ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں لیکن یونیورسٹی میں نہیں آپ کے گھر پر۔ کہنے لگے چشم ماروشن دل ماشاد۔ کل آپ ناشتہ میرے ساتھ ہی کریں۔ میں نے کہا کہ میرے ساتھ پروفیسر محمود قریشی اور اسلم انصاری بھی ہوں گے۔ کہنے لگے اسلم انصاری آجائیں گے؟ میں نے کہا کہ میں درخواست کروں تو وہ عزت افزائی فرماتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن ہم تینوں ڈاکٹر انوار کے گھر پہنچے تو اس نے خندہ پیشانی سے ہمارا

استقبال کیا، ناشتہ کیا۔ ملاقات کافی دیر تک جاری رہی۔ پہلے ڈاکٹر اسلم انصاری اور ڈاکٹر انوار کے درمیان جو تھوڑا سا فاصلہ تھا وہ دور کیا اور پھر جس غرض کے لیے گئے تھے وہ بیان کی تو دونوں نے حامی بھری۔ اسلم انصاری نے کہا کہ پی۔ ایچ۔ ڈی کا عنوان تو یونیورسٹی نے دینا ہے۔ میں ہر ممکن مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اب بات موضوع وعنوان کی آپڑی، محمود قریشی مرحوم ومغفور حضرت امیرِ شریعت کی ضرب المثل خطابت کے حوالے سے کوئی کام کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ تینوں ملتانی ہیں کیا آپ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کو ملتانی تسلیم کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم انھیں صرف ملتانی تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے ملتانی ہونے پر ہمیں فخر ہے۔ میں نے کہا کہ کیوں نہ ان کی ذات گرامی پہ ہی کسی عنوان سے یہ کام شروع کریں۔ بس طے ہو گیا کہ اس حوالے کو ملحوظ رکھا جائے۔ چنانچہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی سے انھیں ''اردو ادب اور خطابت کی روایت میں سید عطاءاللہ شاہ بخاری کا مقام'' کے عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی باقاعدہ اجازت دے دی گئی اور محمود قریشی مرحوم نے اس عنوان پر کام شروع کر دیا تھا۔ ایک دو باب بھی مکمل کر لیے تھے، میں کبھی جاتا تو مجھے سناتے۔ میں متاثر بھی ہوتا اور خوش بھی، لیکن ابھی یہ کام جاری تھا کہ محمود صاحب مرحوم کینسر ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے کہ علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہو سکے اور ہم سب لوگوں کو چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جب کبھی ان کی یاد آتی ہے تو یہ شعر بے ساختہ میری یادوں کی ترجمانی بنتے ہیں:

شوخیِ حرف و سخن یاد آئی — لذّتِ کام و دہن یاد آئی
درد کے تپتے ہوئے صحرا میں — وہ محبت وہ لگن یاد آئی
ابھرا بے ربط خیالوں میں کوئی — ظلمتِ شب میں کرن یاد آئی
اک سراپا سرِ ادراک فروزاں دیکھوں — دل کے آنگن میں کھلا عہدِ بہاراں دیکھوں
افقِ ذہن پہ ابھرا شبِ ہجراں کا الم — وقت کی دار پہ ہر دور کو رقصاں دیکھوں
جب یاد آتے ہیں خالد مجھے بچھڑے ساتھی — کچھ ستارے سے چمکتے سرِ مژگاں دیکھوں

اگر میں اپنی آپ بیتی میں پروفیسر محمود قریشی کا ذکر نہ کرتا تو میری کہانی ادھوری رہ جاتی۔ جی تو چاہتا ہے کہ کچھ اور بھی ان کے بارے میں لکھتا لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور ایک مضمون بلکہ ایک خاکہ ان کا، جو انھوں نے میرے بارے میں تحریر کیا تھا اور میرے پاس محفوظ رہ گیا وہ نذر قارئین کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ انھوں نے اس کا عنوان ''پروفیسر خالد شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ'' رکھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے میری شکل وصورت میرا لباس، میری وضع قطع جو اس کالج کے پرانے اساتذہ سے سنی تھی مجھے اس سے مختلف حالت میں دیکھا۔ لباس تبدیل ہو گیا، جوانی ڈھل گئی، منہ پر ڈاڑھی، شلوار قمیص لباس تھا تو انھوں نے یہ سمجھا ہو گا کہ وہ خالد شبیر رحمۃ اللہ علیہ ہو گیا۔ مضمون کے شروع میں ان کا اشارہ اس طرف ہے جب میں نے اپنی غزلوں کی کتاب ''خواب خواب روشنی'' شائع کی تو کچھ کتابیں ان کے کالج کے اساتذہ کو بھی تقسیم کی تھیں۔ تحریر پیش کرتا ہوں:

پروفیسر خالد شبیر رحمۃ اللہ علیہ

''سٹاف روم میں داخل ہوا تو پروفیسر خالد شبیر احمد کے قہقہے گونج رہے تھے نئے اور پرانے ساتھیوں میں کتابیں بانٹ رہے تھے۔ اپنے دور کے واقعات سنا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے اٹھے اور ملے اور پھر اسی طرح دوستوں میں گھل مل کر باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں میرا ایک رفیق کار میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا۔ یہ پروفیسر خالد شبیر ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہاں وہی ہیں۔ وہ ماضی کے جھروکے میں جھانکتے ہوئے بولا۔ ہم بھی ان کے شاگرد تھے۔ کتنے سمارٹ تھے پروفیسر صاحب۔ پینٹ شرٹ میں ملبوس، ہاتھ میں سگریٹ لیے ...... یہ سامنے ٹینس لان میں ٹہلتے تھے۔ پروفیسر صاحبان اور شاگردان کے گرد ہوتے۔ ان کی ریش مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے اب تو بس رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے ہیں۔

پروفیسر خالد شبیر احمد سے غائبانہ تعارف میرے ایک عزیز نے کرایا جوان کا ذکر بڑی سِک اور محبت سے کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ جولڑکا خالد شبیر صاحب کی کلاس میں چلا جاتا وہ اچھے نمبروں سے پاس ہو جاتا۔ جبکہ ہماری کلاس میں جولڑکا نہ آئے وہ اچھے نمبر لے جاتا تھا۔ آخر ہم پروفیسر عبدالروف کے شاگرد جو ہوئے۔ ان کی کئی تصانیف نظروں سے گزریں تو معلوم ہوا کہ پکے احراری ہیں۔ لیکن ان سے ملنے کا اشتیاق اس وقت زیادہ ہوا جب ڈاکٹر انوار احمد نے اپنی ایک کتاب کا انتساب ان کے نام کیا:

عظمتیں ان کا مقدر ہوگئیں جن کو نسبت ہو گئی احرار سے

اور بقول انوار احمد ان کی گاڑی کا کانٹا پروفیسر عبدالروف شیخ نے تبدیل کر دیا۔ جبکہ جناب شیخ اس مولوی کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں جس نے وضو کے پانی کی ٹوٹی نہ بند کرنے کی پاداش میں انھیں مسجد سے نکال دیا تھا۔

فرزندانِ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ میری دیوار بیچ پڑوسی ہیں اس آستانے پر بڑے بڑے خوفناک علماء اور فضلاء حاضریاں دیتے ہیں۔ سید عطاء المحسن شاہ جی ان روایتی مولویوں سے بالکل برعکس ہیں۔ شاہ جی لطیفے سناتے ہیں، اشعار پڑھتے ہیں اور قہقہے لگاتے ہیں۔ ان کی اس محفل میں بڑے بڑے شاعروں ادیبوں اور پروفیسروں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ایک دن میں شاہ جی کے ہاں گیا تو فرمانے لگے یہ ہیں خالد شبیر جن کے بارے میں آپ اکثر پوچھتے ہیں۔ میں خالد صاحب کی ظاہری ہیئت ترکیبی دیکھ کر سہم سا گیا۔ لیکن جلد ہی احساس ہو گیا کہ خالد صاحب ایک سچے اور کھرے محبت کرنے والے استاد ہیں۔ اس سلسلے میں، میں شاہ جی کا شکر گزار ہوں کہ ان کے ہاں میری دو ایسی شخصیات سے ملاقات ہوئی جن کو میں تمام زندگی نہیں بھول سکتا۔ پروفیسر مسعود تابش اور پروفیسر خالد شبیر احمد دونوں بڑے پڑھے لکھے شاعر اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ جن دنوں خالد شبیر گورنمنٹ کالج سول لائن میں پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر انوار احمد اور ڈاکٹر عبدالروف شیخ صاحب ان سے پڑھتے تھے۔ ان دنوں نابغۂ روزگار اور نامور پروفیسر حضرات اس کالج میں پڑھاتے تھے۔ جن میں پروفیسر جابر علی سید، پروفیسر عبدالخالق عزمی، پروفیسر تاثیر وجدان اور پروفیسر اسلم انصاری کے نام نمایاں ہیں۔ اس کالج کی کینٹین علم و ادب کی بحث کے لیے مشہور تھی اور دوسرے کالج کے لوگ صرف ان لوگوں کی باتیں سننے

یہاں آیا کرتے تھے۔ اس کالج میں اس دستے کے صرف دو شہ سوار ہی بچ گئے ہیں۔ پروفیسر محمد امین اور پروفیسر انور جمال۔ ڈاکٹر محمد امین سے ہائیکو سنتے ہوئے تیسرے مصرع کے بعد ویسے ہی ہنسی نکل جاتی ہے اور انور جمال کے پڑھاتے پڑھاتے اعضاء گھسنے لگتے ہیں۔ وہ ہر وقت دعا گو ہیں۔

تو ئی　عاصیاں　را　خطا　بخش　و　بس

خالد صاحب کی شاعری پر تنقیدی رائے تو پروفیسر اسلم انصاری جیسے عظیم المرتبت ہی دے سکتے ہیں۔ جنھوں نے اس دشت کی سیاحی میں عمریں گزار دیں۔ ہمیں تو بس ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ صاحب کا حکم تھا کہ تم نے ضرور لکھنا ہے کبھی استادوں کی عزت بھی رکھ لیا کرو۔ اس سے زیادہ اور عزت کا پاس کیا کریں؟ گھنٹوں انصاری صاحب کے پاس خاموش بیٹھے رہتے ہیں مبادا منہ سے کوئی غلط جملہ نکل جائے اور انصاری صاحب یہ پوچھ بیٹھیں کہ میاں ”یہ کس مکتب کی کرامت ہے“ بھلا ہم خالد صاحب کی ایمان افروز شاعری پر کیا رائے دے سکتے ہیں۔ ہمارا کبھی دل اداس ہوا تو اللہ بخشے پروین شاکر کے اشعار پڑھ لیتے ہیں۔ اسی لیے تو حکیم طاہر تونسوی صاحب نے ہمارے لیے نسخہ تجویز کیا تھا کہ صبح نہار منہ نوشی گیلانی کی غزل کے دو اشعار اور سونے سے پہلے فہمیدہ ریاض کی نظم پڑھ لیا کرو ذہنی دباؤ کا شکار کبھی نہ ہو گے۔ میں نے پوچھا کوئی پرہیز کہنے لگے بہار النساء بہار سے فی الحال پرہیز ضروری ہے۔

خواب خواب روشنی میں جو اشعار خالد شبیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے ہیں وہ روح پر اثر کرتے ہیں۔ مثلاً

رشک آتا ہے اُس اسیری پر　وہ جو عہد شباب میں کاٹی
کون واقف ہے اس اذیت سے　پھول نے جو کتاب میں کاٹی

یا پھر

مصحفِ رخ پہ کاکلِ مشکیں　روزِ روشن میں رات دیکھی ہے
لبِ لعلیں میں، چشمِ میگوں میں　موت دیکھی، حیات دیکھی ہے
جانے کیا بات کرتے ہو خالدؔ　جانے کیا واردات دیکھی ہے

خالد صاحب کتنی حیا والے ہیں واردات کرتے نہیں صرف لکھتے ہیں۔ ایک دن جابر علی سید صاحب خالد شبیر صاحب کے پاس آئے کہنے لگے ہماری دوستی کی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ ہم میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔ خالد صاحب نے کہا آپ بتائیں کہنے لگے میں کل سوچ کر بتاؤں گا۔ دوسرے دن آئے تو کہنے لگے۔ کل میں سوچتا رہا آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ یار تو بڑا وضع دار آدمی ہے۔

میرے خیال میں خالد صاحب بڑے مزاج شناس ہیں لوگوں سے ان کے مزاج کے مطابق بات کرتے ہیں مگر ایک سچے اور کھرے انسان کی طرح کھری کھری بھی سنا دیتے ہیں ؎

خالد یہ ہے ان کی دنیا جو ہیں ذہن سے خالی لوگ　حکمِ غلط بھی مانیں جو ان رانی خاں کے سالوں کا“

ان سطور کی لکھنے کی ضرورت اس لیے بھی ہوئی کہ ان کا یہ خاکہ یا مضمون تبرکاً میری آپ بیتی میں محفوظ ہو جائے۔

محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی میں نے ''احرار دفاع کانفرنس'' جنوری ۱۹۴۹ء کے موقعہ پر پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ دفتر احرار لاہور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا کہ یہ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ اس وقت میری عمر تقریباً پندرہ برس کی تھی اور میں اس کانفرنس میں چنیوٹ کے احرار جیش کے ہمراہ شامل ہوا تھا۔ اس وقت محسن شاہ صاحب کی عمر غالباً تیرہ برس کی تھی۔ جب ان سے بعد میں تعلق خاطر ہوا تو انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ ان کا سنِ پیدائش ۱۹۳۶ء ہے۔ اس طرح وہ مجھ سے عمر میں دو برس چھوٹے ہوئے۔ اس کانفرنس کے بعد بہت عرصے تک میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ جب میں اکتوبر ۱۹۶۲ء میں ملتان گورنمنٹ کالج سول لائن میں تعینات ہوا، تو ان سے باقاعدہ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اگر مجھ سے ان کے بارے میں کوئی پوچھے تو میں صرف یہ کہوں گا کہ وہ میرے بہت اچھے دوست تھے۔ جتنی پذیرائی مجھے ان سے ملی کسی دوسرے احرار سے متعلق فرد سے نہیں۔ ان کے خلوص ان کی محبت اور ان سے دوستی پر مجھے فخر ہے۔ ملتان میں پہلے پہل انھوں نے مجھے اپنے دوستوں سے متعارف کرایا۔ ''دہلی مسلم ہوٹل'' میں مجھے لے گئے جہاں پر ملتان شہر کے بڑے بڑے شاعر اور ادیب روزانہ اپنی محفل لگاتے اور علم و فضل کے ترانے گاتے۔ ان کی محفل میں بیٹھنے سے مجھے بہت کچھ حاصل ہوا۔ محسن شاہ صاحب سول لائنز کے اساتذہ کے ساتھ اسی طرح ملتے جس طرح وہ مجھ سے ذاتی محبت اور تعلق رکھتے تھے۔ جابر علی سید، عبدالخالق عزمی، عابد صدیق، عبدالرحمٰن شاکر، اسلم انصاری یہ سب محسن شاہ جی کے دوست تھے۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ میری جماعتِ احرار سے وفاداری سے متاثر تھے۔ اور اسی طرح میری قدر افزائی اور عزت نوازی میں بھی وہ باقی اہم احرار شخصیتوں میں سب سے آگے تھے۔ خود میں بھی ان کے اس جوہر کی وجہ سے ان کا شیدائی رہا کہ ان کے رگ و ریشہ میں احراریت خون کی طرح دوڑتی تھی اور جماعت کے استحکام و ترقی میں ان کا حصہ غیر معمولی ہے۔ وہ احرار کے نہ تھکنے والے فقط رہنما ہی نہ تھے بلکہ رضا کار بھی تھے۔ رضا کار اور رہنما میں آخر کچھ نہ کچھ فرق تو ہوتا ہی ہے لیکن ان کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو جتنے بڑے احرار کے رہنما تھے اس سے کہیں بڑھ کر وہ احرار کے رضا کار تھے۔ رضا کاروں کی تربیت میں انھیں خصوصی مہارت حاصل ہوگئی تھی۔ اپنے بھانجے سید کفیل بخاری کو انھوں نے بچپن سے ہی اپنی تربیت میں لے لیا تھا، اب وہ جماعت میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ کفیل بخاری خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فکری و عملی تربیت میں وہ اپنے ماموں سید عطاء المحسن بخاری کے ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کوئی کتاب بھی تصنیف کی؟ جواب میں امیر شریعت نے کہا کہ ہاں، نام پوچھا تو فرمایا قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔ ذرا میری نظر سے اس کتاب کو پڑھنا یہ کتاب کتنی دلکش اور خوش کن کتاب ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے محسن شاہ جی کی کتاب ''کفیل بخاری'' ہیں اور یہ کتاب بھی اپنی خوبصورتی اور دل کشی کے لحاظ سے منفرد کتاب ہے۔

دارِ بنی ہاشم کی یہ رونقیں محسن شاہ جی کی مرہونِ منت ہیں انھوں نے ایسے کئی کام کیے کہ نہ صرف ملتان شہر کی توجہ اس مرکز کی طرف ہے اور ملک بھر میں اس مرکز کی حیثیت ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہے، دینی مدرسہ کا آغاز، لڑکیوں کے مدرسے، مسجد کی تعمیر، دفتر میں ضروری تمام لوازمات لائبریری اور پھر ''نقیب ختم نبوت'' کا اجراء یہ سب کچھ انھیں کے زریں کارنامے ہیں۔ مجھے کفیل بخاری نے خود بتایا کہ جب ''نقیب ختم نبوت'' کی اشاعت کو کچھ عرصہ ہوگیا تو میں نے عرض کیا کہ رسالہ تو خسارے میں جارہا ہے۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں، خسارہ بھی پورا ہوگا اور اگر آج یہ خسارے میں ہے تو سمجھ لو کہ تین چار ہزار روپے کا جماعت نے ایک مبلغ رکھا ہوا ہے اور یہ خسارہ اس کی تنخواہ ہے۔ یہ رسالہ جن ہاتھوں میں جائے گا جماعت کی تبلیغ ہی کرے گا۔ ابتداء میں بڑے تسلسل کے ساتھ یوم امیر شریعت بھی دارِ بنی ہاشم میں منایا جاتا تھا۔ جس میں ملک بھر سے احرار رضا کار اور علماء حضرات تشریف لاتے اور دارِ بنی ہاشم کی رونق کا حصہ بنتے۔ اسی طرح ہر سال یوم حسینؓ بھی مجلس ذکر حسین کے عنوان سے کئی دہائیوں سے باقاعدہ محرم کے مہینے میں اسی دارِ بنی ہاشم میں ہی منایا جاتا ہے۔ دارِ بنی ہاشم کی جامع مسجد ختم نبوت میں باقاعدہ نماز اور جمعہ کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ شروع شروع میں حضرت الامام مولانا سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے محسن شاہ جی کے ساتھ مشورے سے ہی نمازِ جمعہ کا آغاز کیا تھا۔ اُس وقت ابھی مسجد کی تعمیر نہیں ہوئی تھی، میدان میں ہی جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی تھی۔

پورے ملک کے اندر محسن شاہ جی نے جماعتی دوروں کا اہتمام بڑے تسلسل کے ساتھ جاری رکھا۔ دور دراز کے دیہاتوں تک سائیکل پر بھی جانا پڑا حتیٰ کہ پیدل بھی سفر کیے اور جماعت کی تشکیلِ نو کی وہ ایک ان تھک انسان تھے۔ دینی بیداری کی خاطر جماعتی استحکام کے لیے انھوں نے اپنی صلاحیتوں سے پوری طرح کام لینے میں کبھی تساہل نہیں برتا۔

چنیوٹ میں نئے دفتر کے قیام اور پھر جماعت کو متحرک اور مستحکم بنانے میں بھی ان کا غیر معمولی حصہ ہے۔ دفتر میں اکثر تشریف لاتے رضا کاروں کو اکٹھا کرتے ان کے درمیان میں بیٹھ کر دین، اہل دین، جماعت اور اکابر احرار کے بارے میں گفتگو کرتے۔ انھیں احرار رضا کاروں سے محبت تھی۔ رضا کاروں کے لیے ان کا اپنا کردار مثال تھا۔ اقبال نے کہا۔

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز یہی ہے رختِ سفر میر کاروں کے لیے

نگاہ کی بلندی اور جاں کی پرسوزی دھری کی دھری رہ جاتی ہے اگر سخن میں دل نوازی کا جوہر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخن کی دل نوازی کا وصف بھی وافر عطا کیا تھا۔ وہ متحمل مزاج بھی تھے اور بردبار بھی۔ انھی اوصاف نے ان کی شخصیت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ ان کی تحریر ہو کہ تقریر دونوں میں انفرادیت تھی۔ جلسہ گاہ میں تقریر کرتے ہوئے جب قرآن کی تلاوت فرماتے تو امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی تلاوت یاد آجاتی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ ان کی تلاوت سے اس قدر متاثر ہوتے کہ بے ساختہ آنسوؤں سے انھیں خراج تحسین پیش کرتے۔ ان کی تحریر میں بلا کی کاٹ تھی اور تقریر میں للکار کا جوہر وافر تھا۔ وہ فصاحت و بلاغت کے وصف سے بھی متصف تھے۔ انھوں نے شورش کاشمیری کی طرح اردو ادب کو منفرد لہجے اور انوکھے الفاظ سے متعارف کرایا۔ ''روزنامہ خبریں'' میں انھوں کالم لکھنا شروع کیا تو جو اسلوب انھوں نے برتا اور جو شاندار و پر شکوہ ڈکشن انھوں نے قارئین کے سامنے پیش کیا وہ یکسر غیر معمولی تھا۔

(جاری ہے)

حافظ عبید اللہ قسط:۳

حضرت مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی

چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ

مرزا کا خونی مہدی اور خونی مسیح

اب ملاحظہ فرمائیں اپنے آقا انگریز کی حکومت کے بارے میں لکھتا ہے:۔

”میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اِس سلطنت (یعنی انگریزی حکومت۔ناقل) کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جبکہ بیس برس تک یہی تعلم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا“۔

(تریاق القلوب، رخ 15، صفحات 155و156)

یہ ایک الگ موضوع ہے کہ مرزا قادیانی نے غاصب انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے طرح طرح سے کوششیں کیں، وہ ظالم انگریزوں کے خلاف لڑائی کو ”غدر اور بغاوت“ کہا کرتا تھا اور وہ خود اقرار کرتا ہے کہ اس کا خاندان انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا اس لئے ہمیشہ انگریزوں کی مدد کرتا رہتا تھا، لیکن یہاں آپ اِن دو الفاظ پر غور کریں ”مہدی خونی اور مسیح خونی“، یہ الفاظ مرزا قادیانی کے ایجاد کردہ ہیں اہل سنت کی کسی کتاب میں ایسے الفاظ کہیں نہیں پائے جاتے۔

صحیح بخاری پر مرزا قادیانی کا ایک جھوٹ

آخر میں مرزا قادیانی کا یہ بیان بھی پڑھ لیں:۔

”اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے اُن حدیثوں پر عمل کرنا چاہیئے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی ھذا خلیفۃ اللہ المہدی اب سوچو یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے لیکن وہ حدیث جو معترض صاحب نے پیش کی علماء کو اس میں کئی طرح کا جرح ہے اور اس کی صحت میں کلام ہے“۔(شہادۃ القرآن، رخ 6، صفحہ 337)

پہلے مرزا قادیانی کا یہ بیان گذرا کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے مہدی کے بارے میں کوئی روایت ذکر نہیں کی، یہاں مرزا لکھ رہا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ آخری زمانہ میں ایک خلیفہ کے بارے میں آسمان سے آواز آئے گی کہ ”یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے“ اور مرزا کسی معترض کو جواب دیتے ہوئے لکھ رہا ہے کہ یہ حدیث بڑے پائے اور مرتبہ کی ہے

کیونکہ یہ اس کتاب میں ہے جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے (یعنی صحیح بخاری)۔

ہم اپنے قارئین کو بتاتے چلیں کہ صحیح بخاری میں ایسی کوئی روایت سرے سے موجود ہی نہیں یہ مرزا قادیانی کا صحیح بخاری پر جھوٹ ہے، آپ کہیں گے کہ ہم اسے جھوٹ کیوں کہہ رہے ہیں یہ مرزا کی بُھول اور غلطی بھی ہوسکتی ہے، ہوسکتا ہے اُس نے غلطی سے کتاب کا نام غلط لکھ دیا ہو، مرزائی پاکٹ بک میں بھی یہ جواب دیا گیا ہے کہ ''فلاں فلاں مصنف نے ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے جو کہ ٹھیک نہیں لہذا اگر مرزا صاحب نے بھی غلطی سے یہ حوالہ دے دیا تو اس میں اعتراض والی کیا بات ہے؟ جبکہ خود مرزا صاحب نے دوسری جگہ صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ امامین یعنی بخاری ومسلم نے مہدی کے بارے میں کوئی بھی روایت ذکر نہیں کی تو ثابت ہوا کہ یہ بھول ہے اور انبیاء سے بھول ہوسکتی ہے وغیرہ'' تو عرض ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور اللہ اسے ایک لمحے کے لئے بھی غلطی پر نہیں رکھتا (ترجمہ عربی تحریر: نور الحق، رخ 8، صفحہ 272) نیز اُس نے خود لکھا تھا کہ انبیاءغلطی پر قائم نہیں رکھے جاتے (اعجاز احمدی، رخ 19، صفحہ 133) مرزا نے اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن'' شائع کی سنہ 1893ء میں، اس کے بعد وہ تقریباً پندرہ سال زندہ رہا لیکن اُسے یہ پتہ نہ چلا کہ اُس نے یہ حوالہ غلط دیا ہے اور آج تک اس کی کتاب میں یہ حوالہ اسی طرح موجود ہے اگر اُس نے تصحیح کروادی ہوتی تو آج اس کی کتاب میں حوالہ بدل دیا جاتا جیسے مرزا بشیر احمد کی کتاب ''سیرۃ المہدی'' کے نئے ایڈیشن میں جماعت مرزائیہ نے بعض جگہ تبدیلی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ مرزا بشیر احمد نے اپنی زندگی میں یہ ہدایت جاری کردی تھی کہ فلاں جگہ لفظ تبدیل کردیے جائیں، اور رہی یہ بات کہ مرزا نے دوسری جگہ لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے مہدی کے بارے میں کوئی روایت ذکر نہیں کی تو مرزا کی وہ تحریر ازالہ اوہام میں ہے (جس کا حوالہ پہلے گذرا) اور ازالہ اوہام سنہ 1891ء میں شائع ہوئی یعنی شہادۃ القرآن سے پہلے، اور مرزا صحیح بخاری کا حوالہ دے رہا ہے شہادۃ القرآن میں جو 1893ء میں شائع ہوئی اب مرزائی مربی بتائیں کہ مرزا کا پہلے والا بیان ٹھیک ہے یا بعد والا؟۔

اہل سنت کے بارے میں مرزا کا جھوٹ

دوستو! جب مرزا قادیانی کی کذب بیانیوں کا ذکر چلے تو نہ چاہتے ہوئے بھی یہ موضوع طویل سے طویل تر ہوتا چلا جاتا ہے، آپ نے شروع میں حضرت مہدی علیہ الرضوان کے متعلق اہل سنت اور شیعہ اثنا عشریہ دونوں کا موقف تفصیل کے ساتھ پڑھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ شیعہ کے مطابق اُن کے بارھویں امام پیدا ہوچکے ہیں اور کسی نامعلوم مقام پر روپوش ہیں اور کسی وقت ظاہر ہوں گے وہی امام مہدی ہیں، جب کہ اہل سنت کی کتب حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ امام مہدی پیدا ہوچکے ہیں، لیکن قادیانی مہدی مرزا غلام احمد کو یہ تک پتہ نہیں تھا کہ اہل سنت کا امام مہدی کے متعلق کیا اعتقاد ہے، غور سے پڑھیں کیا لکھ رہا ہے:۔

''یہ بات یاد رہے کہ شیعہ لوگ امام محمد مہدی کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہونے کی حالت میں ہی ایک غار میں چھپ گئے اور مفقود ہیں اور قریب قیامت ظاہر ہوں گے اور سنت جماعت (یعنی اہل سنت۔ ناقل) کے

لوگ ان کے اس خیال کو باطل تصور کرتے ہیں اور یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو برس کے بعد کوئی شخص زمین پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ سوسُنت جماعت (یعنی اہل سنت۔ناقل) کا یہ مذہب ہے کہ امام محمد مہدی فوت ہوگئے ہیں اور آخری زمانہ میں انہی کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا۔لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے''۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم، رخ3، صفحات 343و344)

جہاں تک شیعہ عقیدے کا تعلق ہے وہ مرزا نے ٹھیک بیان کیا ہے، لیکن اس کے مقابلے میں اہل سنت (جسے مرزا نے سنت جماعت کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے) کا موقف بیان کرنے میں مرزا نے کذب بیانی سے کام لیا ہے، اہل سنت کا ہرگز یہ مذہب نہیں کہ امام محمد مہدی پیدا ہوئے تھے اور فوت ہوگئے اور آخری ایام میں انہی کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث ہے کہ کوئی سو برس تک زندہ ہی نہیں رہ سکتا اور نہ کسی انسان کی عمر سو سال سے زیادہ نہ ہوتی، یہ بات بھی غور طلب ہے کہ مرزا خود امام مہدی کا نام ''محمد مہدی'' بتا رہا ہے اور لکھ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں جو بھی مہدی آئے گا وہ اسی نام کا ہوگا، نیز اس تحریر کے آخر میں مرزا نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ ''محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے''، مرزا قادیانی تو اب نہیں رہا، ہم مرزا کی جماعت سے ان محققین کے نام نہیں پوچھتے صرف یہ سوال کرتے ہیں کہ ان محققین کی بات سے مرزا یا اس کی جماعت کو اتفاق ہے یا نہیں؟ سوچ کر جواب دیجئے گا۔

مرزا قادیانی کے دعوائے مہدیت کی بنیاد کیا ہے؟

قارئین محترم! مرزا قادیانی کی چند تحریریں آپ نے ملاحظہ فرمائیں، ایک طرف تو اُس نے صاف لکھا کہ مہدی کے بارے میں جس قدر روایات ہیں سب مجروح اور ضعیف ہیں اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں، کہیں لکھا کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے یہ روایات اس لئے ذکر نہیں کیں کیونکہ یہ ضعیف تھیں، کہیں لکھا کہ صحاح ستّہ میں بہت سے مہدیوں کی خبر دی گئی ہے (ذہن میں رہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم بھی صحاح ستّہ میں شامل ہیں)، کہیں یہ بیان دیا کہ مہدی کے بارے میں ابن ماجہ کی ایک روایت نہایت صحیح ہے، کہیں لکھا کہ میں وہ مہدی نہیں ہوں جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی عترت اور بنی فاطمہؓ میں سے ہوگا، اور پھر کہیں اپنے آپ کو ''مغل برلاس'' سے فاطمی اور اہل بیت رسول ﷺ ثابت کرنے کے لئے مضحکہ خیز کشوف اور خوابوں کا سہارا لیتا ہے، کہیں یہ دعویٰ کرتا نظر آتا ہے کہ میرا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے ''خونی مہدی اور خونی مسیح'' کا تصور ختم کرنا ہے، اور آپ نے دیکھا کہ اُسے امام مہدی کے متعلق اہل سنت کے موقف کے بارے میں بھی صحیح علم نہیں، دراصل یہ تضاد بیانی اور موقع پرستی مرزا قادیانی کا خاصہ تھا، وہ پوری زندگی اپنے دعوے بھی بدلتا رہا اور اپنے بیانات بھی، بہرحال اب سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے وہ ''امام مہدی'' ہے، مرزا کے اس دعوے کی بنیاد کیا ہے؟ اُسے کہاں سے پتہ چلا کہ کسی امام مہدی نے آنا ہے؟ خود اس کے بقول جن روایات میں کسی مہدی کے آنے کا ذکر ہے وہ سب ضعیف اور مجروح ہیں اور ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں، اور اس کا یہ کہنا بھی ہے کہ محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں، تو پھر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مرزا قادیانی یہ کہتا کہ کسی مہدی نے

نہیں آنا یہ سب کہانیاں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُس نے ''امام مہدی'' ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور اپنے خدا کا ایک الہام یوں بیان کیا:۔

''وبشرني وقال ان المسيح الموعود الذي يرقبونه والمهدي المسعود الذي ينتظرونه هو انت'' خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے وہ تُو ہے۔
(تذکرہ، صفحہ 209، طبع چہارم)

غور طلب بات یہ ہے کہ مہدی کے بارے میں تمام روایات بقول مرزا نا قابل اعتبار اور ضعیف ہیں، لیکن مرزا کا خدا اُسے یہ بشارت دے رہا ہے کہ جس مہدی کا انتظار مسلمان کر رہے ہیں وہ تُو ہے یعنی مرزا کا خدا (جس کا نام مرزا نے ''یلاش'' بتایا ہے۔ تذکرہ صفحہ 310، طبع چہارم) اُن روایات کی تصدیق کر رہا ہے جن کے اندر مہدی کے آنے کا ذکر ہے، اِس طرح مرزا کا اپنے خدا کے ساتھ بھی اختلاف ہو گیا۔

روایت ''لا المهدي الا عيسىٰ'' اور مرزا قادیانی

مرزا قادیانی کی تحریرات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ وہ اُن روایات سے جان چھڑانے کے لئے کوشاں رہتا تھا جن کے اندر ایک خاص شخصیت ''مہدی'' کے ظاہر ہونے کا بیان ہے، اور اُس نے بار بار لکھا کہ اُن روایات میں سے جن کے اندر مہدی کا ذکر ہے ایک بھی صحیح نہیں اور اسی وجہ سے امام بخاریؒ و مسلمؒ نے ایسی کوئی روایت اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کی، لیکن دوسری طرف مرزا قادیانی کی یہ بھی ضد ہے کہ اسے ''مہدی معہود'' تسلیم کیا جائے، آج بھی جماعت مرزائیہ مرزا قادیانی کو ''مسیح موعود و مہدی معہود'' کے الفاظ کے ساتھ یاد کرتی ہے، ایک عام آدمی کے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آخر مرزا نے یہ ''مہدی'' کا تصور کہاں سے لیا؟ اسے کیسے علم ہوا کہ کسی ''مہدی'' نے آنا ہے؟ کیا مرزا نے یہ بات ضعیف اور مجروح روایات سے لی؟، اس سوال کا جواب تو مرزا کا کوئی امتی ہی دے سکتا ہے۔

مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب مرزا کے دل میں خود ''مہدی'' بننے کا خیال آیا تو اُس نے اُن تمام روایات میں سے جنہیں وہ ''مجروح و مخدوش اور ضعیف'' لکھ چکا تھا ایک روایت ایسی تلاش کی جو اس کے مطابق ''بہت صحیح'' تھی، لیکن نہ مرزا قادیانی نے اور نہ ہی آج جماعت مرزائیہ نے کبھی یہ سوچا کہ بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس روایت میں بھی حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، اس روایت میں صراحتاً تو کیا اشارتاً بھی کوئی ذکر نہیں کہ ''غلام احمد بن حکیم غلام مرتضیٰ و مسماۃ چراغ بی بی'' مہدی ہے، آیئے ہم مختصر طور پر اس روایت کا جائزہ لیتے ہیں کیونکہ مرزا قادیانی کو ''امام مہدی'' ثابت کرنے کے لئے یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ایک روایت مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

''حدّثنا يونس بن عبدالأعلىٰ حدّثنا محمد بن ادريس الشّافعي حدّثني محمد بن خالد الجَندي عن أبان بن صالح عن الحسن عن أنس بن مالک أنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

: لا یـزداد الأمر الّا شِدَّۃ ولاالدنیا الا اِدباراً ولا الناس الا شُحّاً ولا تَقُوم الساعۃ الا علی شِرار الناس ولاالـمھدِيُّ الا عِیسیٰ بنُ مریمَ '' ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: معاملہ میں شدت بڑھتی جائے گی اور دنیا میں ادبار (افلاس اور اخلاق رذیلہ) بڑھتا ہی جائے گا، لوگ بخیل سے بخیل تر ہوتے جائیں گے، اور قیامت انسانیت کے بدترین افراد پر قائم ہوگی، مہدی نہیں ہوں گے مگر مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام)۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:4039)

یہ روایت سنن ابن ماجہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی ملتی ہے لیکن چونکہ تمام کتابوں میں اس کی سند ''محمد بن ادریس الشافعی'' سے آگے ایک ہی ہے اس لئے ہم صرف سنن ابن ماجہ کی روایت پر ہی بات کریں گے۔

مرزا قادیانی کا اقرار کہ اس روایت کو محدثین نے ضعیف کہا ہے

اس سے پہلے کہ ہم اس روایت اور اس کی سند پر محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پیش کریں، یہ بتانا ضروری ہے کہ فریق مخالف یعنی مرزا قادیانی کو یہ تسلیم ہے کہ اس روایت کی صحت کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے، صرف دو حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی کے ایک مرید ''محمد منظور الٰہی'' نے مرزا قادیانی کی باتوں (جسے ملفوظات کا نام دیا جاتا ہے) ''المہدی'' کے نام سے سلسلہ وار شائع کرنا کیا تھا، اس سلسلے کے پہلے شمارے میں مرزا کی یہ بات نقل کرتا ہے کہ:۔

''جیسے مثلاً لا مھـدي الا عیسیٰ والی حدیث۔ <u>گومحدثین اس پر کلام کرتے ہیں</u>، لیکن مجھ پر خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے'' (المہدی، صفحہ 36، مرتبہ محمد منظور الٰہی، شائع کردہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

یعنی مرزا قادیانی خود اعتراف کرتا ہے کہ اس روایت کی صحت پر محدثین نے کلام کیا ہے، اور چونکہ مرزا کے پاس اُن محدثین کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اس لئے اُس نے وہی پرانا ہتھیار استعمال کیا کہ مجھے میرے خدا نے بتایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

؎ جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

اسی طرح ایک جگہ مرزا قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں نواب صدیق حسن خانؒ کی کتاب ''حجج الکرامۃ فی آثارالقیامۃ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:۔

''پھر صفحہ ۳۸۵ میں لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ نے اُنس سے یہ حدیث بھی لکھی ہے جس کو حاکم نے بھی مستدرک میں بیان کیا ہے کہ لا مھـدی الا عیسیٰ بـن مـریـم یعنی عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی موعود نہیں پھر لکھتے ہیں کہ <u>یہ حدیث ضعیف ہے</u> کیونکہ مہدی کا آنا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔ میں (یعنی مرزا قادیانی۔ناقل) کہتا ہوں کہ <u>مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں ہیں</u> اسی وجہ سے امامین حدیث (یعنی بخاریؒ ومسلمؒ۔ناقل) نے ان کو نہیں لیا۔ اور ابن ماجہ اور مستدرک کی حدیث ابھی معلوم ہو چکی ہے کہ عیسیٰ ہی مہدی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ ہم اس طرح پر تطبیق کر دیں کہ <u>جو</u>

شخص عیسیٰ کے نام سے آنے والا احادیث میں لکھا گیا ہے اپنے وقت کا وہی مہدی اور وہی امام ہے اور ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی اور مہدی بھی آوے اور یہی مذہب حضرت اسمٰعیل بخاری کا بھی ہے (یعنی امام بخاریؒ، مرزا کو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام بخاری کا نام ''اسماعیل'' نہیں بلکہ محمد بن اسماعیل بخاری ہے۔ ناقل) کیونکہ ان کا اگر بجز اس کے کوئی اور اعتقاد ہوتا تو ضرور وہ اپنی حدیث میں ظاہر فرماتے......'' (ازالہ اوہام حصہ دوم، رخ 3، صفحہ 406)

ہمارا مقصد یہ حوالہ پیش کرنے کا صرف اتنا تھا کہ مرزا قادیانی نے نواب صدیق حسن خانؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حدیث ''**لا مھدی الا عیسیٰ** ''ضعیف ہے، اور اس پر مرزا قادیانی نے نواب صاحبؒ سے اختلاف نہیں کیا بلکہ خود یہ لکھ کر کہ ''مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں'' اس حدیث کو ضعیف تسلیم کیا ہے، لیکن چونکہ یہاں بھی مرزا نے فریب دینے کی کوشش ہے اس لئے ہم مختصر تبصرہ کر کے آگے چلیں گے۔

پہلی بات یہ کہ نواب صدیق حسن خانؒ نے ''**آثار القیامہ فی حجج الکرامۃ**'' کے صفحہ 385 پر اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ بھی لکھی ہے جو مرزا نے ذکر نہیں کی، پھر مرزا نے ''**لا مھدی الا عیسیٰ**'' کے اردو ترجمہ میں اپنی طرف سے لکھا ''یعنی عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی موعود نہیں''، جبکہ روایت کے الفاظ میں ''موعود'' کا لفظ کہیں نہیں بلکہ ''حضرت مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام'' کا ذکر ہے، اس کے بعد مرزا نے نواب صدیق حسن خانؒ کی طرف سے اس روایت کی دوسری روایات کے ساتھ دی گئی تطبیق تو ذکر نہیں کی (نواب صاحب نے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ ''اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ مہدی کامل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی بھی ہیں اس لئے وہ حضرت مہدی علیہ الرضوان سے بلا شبہ زیادہ کامل مہدی ہیں، پھر نواب صاحب لکھتے ہیں کہ بفرض صحت اس حدیث میں تاویل کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ ظاہری طور پر احادیث متواترہ کے مخالف نظر آتی ہے، پھر آگے نواب صاحب نے اسی صفحہ پر اس روایت کو ضعیف بھی ثابت کیا ہے) لیکن مرزا قادیانی نے اپنی تطبیق پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ''جو شخص عیسیٰ کے نام سے آنے والا احادیث میں لکھا گیا ہے اپنے وقت کا وہی امام ہے''، ان الفاظ کے ساتھ مرزا نے اپنا مشہور زمانہ دھوکہ دیا ہے، کیونکہ کسی حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ کوئی شخص عیسیٰ کے نام سے آنے والا ہے، اور پھر مرزا نے امام بخاریؒ کا نام ''حضرت اسماعیل بخاری'' لکھا، جبکہ امام صاحب کا نام ''محمد'' ہے اور ''اسماعیل'' آپ کے والد گرامی کا نام ہے، اور یہیں مرزا نے امام بخاریؒ پر ایک جھوٹ بھی بولا کہ ان کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ بن مریم ہی مہدی ہیں، جبکہ امام بخاریؒ نے ہرگز ایسی کوئی بات کہیں نہیں فرمائی اور نہ ہی ''**لا مھدی الا عیسیٰ**'' والی روایت انہوں نے اپنی صحیح میں کہیں ذکر کی، مرزا لکھتا ہے کہ ''اگر امام بخاری کا اس کے علاوہ کوئی اور اعتقاد ہوتا تو وہ ضرور اپنی حدیث میں ظاہر فرماتے''، میں کہتا ہوں کہ اگر امام بخاریؒ کا اگر یہ اعتقاد ہوتا تو وہ ''**لا مھدی الا عیسیٰ**'' والی روایت ضرور اپنی کتاب میں ذکر فرماتے۔ تو یہ تھے مرزا قادیانی کے چند دھوکے، اب ہم واپس آتے ہیں اور اس روایت پر اصول حدیث کی رو سے بات کرتے ہیں۔

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

قادیانیت کے خلاف تاریخی فیصلے اور قراردادیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لِلّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہِ الذین اصطفی

حال ہی میں افریقہ کے ایک ملک گیمبیا میں حکومتی سطح پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے دوستوں کی رائے تھی کہ اب تک جن جن عدالتوں، تنظیموں اور ممالک نے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ان کا خلاصہ اور ایک فہرست یکجا آ جائے تو قارئین اور اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والوں کو بہت فائدہ ہوگا۔اس فائدے کے پیش نظر یہ فہرست ہدیہ قارئین ہے:

(۱) سب سے پہلا فتویٰ تکفیر: ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ کے علماء: مولانا محمد، مولانا عبداللہ وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے سب سے پہلے قادیانیت کے کفر پر فتویٰ صادر فرمایا۔ (فتاویٰ قادریہ، ص:۲۶، ۴۷)

(۲) دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ: ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ کو دارالعلوم دیوبند سے مولانا محمد سہول رحمۃ اللہ علیہ (مدرس دارالعلوم دیوبند) کا ترتیب دیا ہوا فتویٰ جاری ہوا، جس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، علامہ سید انور شاہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان بھر کے علماء کرام ومفتیان عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دستخط ثبت فرما کر قادنیت کے کفر پر مہر لگا دی۔ (فتاویٰ ختم نبوت، ج:۲، ص:۳۶۰)

(۳) دارالعلوم دیوبند کا دوسرا فتویٰ: ۱۳۳۲ھ میں مفتی عزیز الرحمٰن کا مرتب کردہ فتویٰ جاری ہوا، جس میں اہل سنت علماء کے علاوہ اہل تشیع علماء نے بھی قادیانیت کی تکفیر کو درست قرار دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت، ج:۲، ص:۳۶۰)

(۴) سپریم کورٹ آف ماریشس کا فیصلہ: قادیانیوں نے روز ہل (ماریشس) میں مسلمانوں کی مسجد پر قبضہ جما لیا، جس کے خلاف ۲۶/فروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا، جو پورے دو سال چلا۔ بالآخر ۱۹/ نومبر ۱۹۲۰ء کو عدالت عظمیٰ کے غیر مسلم چیف جج سرائے ہر چیز وڈر نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ اور غیر مسلم قرار دیا۔

(قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف، ص:۱۰۹)

(۵) فیصلہ مقدمہ بہاول پور: ۲۴/ جولائی ۱۹۲۶ء سے شروع ہونے والے مقدمہ کا فیصلہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو ہوا۔ جناب محمد اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے قادیانیوں کے کافر ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا۔

(فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور، ص:۱۶ تا ۲۸ مکتبہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ)

(۶) فیصلہ مقدمہ راولپنڈی: ۳ جون ۱۹۵۵ء کو ایک مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے سیشن جج شیخ محمد اکبر نے قادیانیوں کے کافر ہونے اور اس پر امت مسلمہ کے اجماع کا واشگاف الفاظ میں اظہار کیا۔

(قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ موقف، ص:۱۰۷)

(۷) فیصلہ مقدمہ جیمس آباد: ۱۳ جولائی ۱۹۷۰ء کو جج محمد رفیق گوریجہ نے مسلمان خاتون کا قادیانی مرد سے نکاح فسخ کرتے ہوئے قادیانیوں کا غیر مسلم ہونا بیان کیا۔

(بصائر وعبر، ج:۱، ص:۴۰۶ تا ۴۲۱، قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف، ص:۱۰۹)

(۸) علمائے حرمین شریفین وشام: ۱۳۹۳ھ میں علماء حرم الشیخ عبداللہ بن محمد بن حمید، الشیخ حسن محمد المشاط، الشیخ محمد علی الصابونی اور علماء شام الشیخ، محمد عوانة، الشیخ محمد ابوالفتح البیانونی اور دیگر کئی علماء نے قادیانیت کے غیر مسلم ہونے پر مہر دستخط ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت، ج:۲، ص:۴۴۸)

(۹) رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد: ربیع الاول ۱۳۹۴ھ بمطابق اپریل ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں دنیا بھر سے ۱۴۴ مسلم تنظیموں کے نمائندے شریک ہوئے۔ پاکستان سے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان سے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں قادیانیت کے خلاف متفقہ قرارداد منظور کی گئی۔ (ماہنامہ بینات، حضرت بنوری نمبر، ص:۳۳۹)

(۱۰) پاکستان قومی اسمبلی: پاکستان قومی اسمبلی نے مکمل بائیس دن بحث ومباحثہ کیا اور قادیانی لاہوری دونوں گروپوں کے سربراہوں کے بیانات سننے کے بعد بالاتفاق ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا، جس کی تمام کارروائی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پانچ جلدوں میں چھاپ دی ہے اور وہ دستیاب ہے۔

(۱۱) لاہور ہائی کورٹ کا ایک اور فیصلہ: ۱۹۸۱ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے داخلہ فارم میں قادیانی طلبا نے خود کو ”احمدی مسلمان“ لکھا۔ یونیورسٹی انتظامیہ نے ان کو ”قادیانی“ لکھنے کو کہا جس سے وہ انکاری ہوگئے۔ بعد ازاں انھوں نے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کردی۔ لاہور ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس گل محمد خان نے سماعت کے بعد فیصلہ سناتے ہوئے طلبا کو اس بات کا پابند کردیا کہ وہ خود مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے، ص:۴۳۷ تا ۴۴۰)

(۱۲) لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ: فیصل آباد کے ایک گاؤں کی نمبرداری کے مسلم وقادیانی گروہ آمنے سامنے تھے۔ اسسٹنٹ کمشنر نے مسلم امیدوار کے حق میں فیصلہ صادر کیا، جس کو قادیانیوں نے سرگودھا کمشنر کے ہاں چیلنج کردیا، اس نے

اپیل خارج کردی۔اس کے بعد قادیانی ریونیو بورڈ گئے اور وہاں سے بھی بے نیل ومرام لوٹنے کے بعد لاہور ہائی کورٹ جا پہنچے۔عدالت کے جج جسٹس میاں محبوب احمد نے سماعت کی اور ۲دسمبر۱۹۸۱ءکو مسلمانوں کے حق میں فیصلہ سنادیا۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے،ص:۴۴۳تا۴۴۹)

(۱۳)امتناع قادیانیت آرڈی نینس: ۲۶،اپریل۱۹۸۴ءکو صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے یہ آرڈی نینس جاری کیا،جس کی رو سے قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کرسکتے۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے،ص۴۳)

(۱۴)وفاقی شرعی عدالت: ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے خلاف قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں درخوست دائر کی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے یہ مقدمہ لڑا۔۱۵، جولائی ۱۹۸۴ء سے ۱۲،اگست ۱۹۸۴ءتک تقریباً اکیس دن سماعت جاری رہی۔بالآخر قادیانیوں کی اپیل خارج ہوئی اور ۲۶،اکتوبر۱۹۸۴ءکو جسٹس فخر عالم نے تفصیلی فیصلہ سناتے ہوئے اس آرڈی نینس کو قرآن وحدیث کے عین مطابق قرار دیا۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے،ص:۶۱۱تا۶۲۹)

(۱۵)مجمع الفقہ الاسلامی: مجمع الفقہ الاسلامی کا اجلاس ۱۰تا۱۶،ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۲تا۲۸دسمبر۱۹۸۵ءکو جدہ میں منعقد ہوا۔اس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے قادیانیوں کے خلاف قراداد پیش کی جو بالاتفاق منظور ہوئی۔　　(فتاویٰ ختم نبوت،ج:۳،ص:۵تا۱۹)

(۱۶)لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ: قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس۱۹۸۴ءکی خلاف ورزی کرتے ہوئے ۱۸،مارچ۱۹۸۷ءکو کلمہ طیبہ اپنی عبادت گاہوں اور اپنے سینوں پر آویزاں کئے جس کے خلاف مسلمانوں نے عدالت سے رجوع کیا،ملزم گرفتار ہوئے۔سیشن جج نے ضمانت خارج کی ملزم ہائی کورٹ پہنچ گئے۔لاہور ہائی کورٹ کے جج جسٹس محمد رفیق تارڑ(جو بعد میں صدر پاکستان بھی بنے)نے اپیل خارج کرکے ملزمان کو توہین رسالت کا مرتکب ٹھہرایا۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے،:۲۹۵تا۳۰۲)

(۱۷)کوئٹہ ہائی کورٹ کا فیصلہ: کوئٹہ میں بھی قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کلمہ طیبہ کے بیج لگائے۔۲۲،دسمبر۱۹۸۷ءکو کوئٹہ ہائی کورٹ کے جج جسٹس امیر الملک مینگل نے ملزمان کو سزا کا مستحق قرار دیا۔　　(قادیانیت کے خلاف اعلی عدالتوں کے تاریخی فیصلے،ص:۳۰۷تا۳۴۴)

(۱۸)جنوبی افریقا کی عدالت کا فیصلہ: ۱۹۸۷ءمیں جنوبی افریقا کی عدالت میں قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد

میں نماز پڑھنے اور ان کے قبرستانوں میں اپنے مردے دفنانے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے دعویٰ دائر کردیا۔ پاکستان سے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ خالد محمود، مولانا مفتی تقی عثمانی و دیگر علماء و وکلاء کی جماعت وہاں کی عدالت میں پیش ہوئی اور قادیانیوں کے کفر پر دلائل کے انبار لگادیئے۔ جس کی روشنی میں غیر مسلم ججوں نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ صادر کیا۔

(ماہنامہ بینات حضرت لدھیانوی شہید نمبر، ص:۷۶۹)

(۱۹) سپریم کورٹ شریعت اپیل بینچ کا فیصلہ: وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف قادیانی سپریم کورٹ چلے گئے اور اس فیصلہ کو وہاں چیلنج کردیا۔ چنانچہ سپریم کورٹ کے ۵ رکنی بینچ نے مقدمہ کی سماعت کی، جس سے جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی اور جسٹس پیر محمد اکرم شاہ الازہری بھی شامل تھے۔ مقدمہ کی سماعت درخواست دائر کرنے کے تقریباً ڈھائی سال بعد ۱۰، جنوری ۱۹۸۸ء کو شروع ہوئی تو قادیانیوں نے از خود اپنی ہی دائر کردہ اپیل واپس لینے کی درخواست کردی چنانچہ جسٹس محمد افضل ظُلّہ نے تمام اپلیں خارج کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے، ص:۲۷۳ تا ۲۸۹)

(۲۰) وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ: ۱۹۸۳ء میں مشتاق راج ایک گستاخی رسول نے کتاب لکھی۔ ۳۰، اکتوبر ۱۹۹۰ء کو وفاقی شرعی عدالت نے ملک پاکستان میں توہین رسالت کے مرتکب کی سزا سزائے موت مقرر کردی۔

(قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے، ص:۵۴۳ تا ۵۹۷)

(۲۱) لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ: مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۳، مارچ ۱۸۸۹ء کو بھارت میں قادیانیت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کے سو سال پورے ہونے پر پاکستان کے مرزائیوں نے ۲۳، مارچ ۱۹۸۹ء چناب نگر (ربوہ) میں صد سالہ جشن منانے کا اعلان کردیا۔ ۱۲، مارچ ۱۹۸۹ء سے احتجاجی تحریک شروع ہوئی جس کے نتیجہ میں ۲۰ مارچ کو ڈی سی جھنگ نے اس جشن پر پابندی لگادی۔ قادیانیوں نے یہ پابندی لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کردی، اس وقت کے چیف جسٹس جناب خلیل الرحمٰن رمدے نے سماعت کی۔ ۲۲، مئی ۱۹۹۱ء کو سماعت مکمل ہوئی اور ۱۷، ستمبر ۱۹۹۱ء کو ایک بار پھر قادیانیت ہار گئی اور اسلام جیت گیا۔ (قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے، ص:۲۷۴ تا ۳۰۲)

(۲۲) لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ: ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۴ء کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک مرزائی نے قادیانیت کی تبلیغ کی اور اسلامی اصطلاحات کا بھی استعمال کیا، جس کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ لاہور ہائی کورٹ میں ۱۵، جولائی ۱۹۹۲ء کو سماعت شروع ہوئی جو ۲، اگست ۱۹۹۲ء کو قادیانیت کی شکست پر منتج ہوئی۔ جناب

جسٹس میاں نذیر اختر نے تفصیلی فیصلہ صادر کیا۔ (قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے ص: ۴۰۹ تا ۴۳۳)

(۲۳) سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ: ۷، ستمبر ۱۹۷۴ء اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۴ء کے بعد سے قادیانی مسلسل آئین شکنی پر تلے رہے۔ سول عدالتوں اور ہائی کورٹس سے بے آبرو ہو کر نکلنے کے بعد قادیانیوں نے سپریم کورٹ آف پاکستان سے رجوع کیا۔ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۲ء تک ان کی طرف سے آٹھ اپیلیں عدالت عظمیٰ میں داخل کی گئیں ۔جسٹس شفیع الرحمٰن کی قیادت میں پانچ ججوں پر مشتمل بینچ قائم ہوا۔ ۳۰، جنوری ۱۹۹۳ء سے ۳، فروری ۱۹۹۳ء تک سماعت ہوئی۔ بالآخر ۳، جولائی ۱۹۹۳ء کو اس بینچ نے بھی ان تمام اپیلوں کو مسترد کر دیا۔

(۲۴) گیمبیا کی سپریم کونسل کا فیصلہ: اور اب جنوری ۲۰۱۵ء میں افریقہ کے ایک ملک گیمبیا کے صدر محترم نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرادے دیا۔ یہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں اور محبین کی محنت و کوشش اور فضل خداوندی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان چھوٹی سے چھوٹی عدالت سے لے کر کافروں کے ممالک کی عدالتوں تک اور مسلمانوں کے ایک عام فرد سے لے کر ملک کی قومی اسمبلی تک سب نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ الحمد للہ علی ذالک

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرتے دم تک اس کے سات وابستہ فرمائے اور آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں ہمیں محشور فرمائے۔

وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد و آله وصحبه اجمعین

(مطبوعہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی، شمارہ ۱۵، جلد ۳۴، ۱۶ تا ۲۲ / اپریل ۲۰۱۵ء)

☆......☆......☆......☆

قارئین متوجہ ہوں!

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کر دی گئی ہے۔ جن قارئین کا زرتعاون اپریل 2015 میں ختم ہو چکا ہے انھیں مئی 2015 کا شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِتعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر 0300-6326621 پر -/270 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جا سکتی ہے۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● نام کتاب: سیرت النبی البم　　تحقیق وترتیب: شاہ مصباح الدین شکیل　　مبصر: صبیح ہمدانی
ناشر: پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ　　ضخامت: ۲۸۰ صفحات　　قیمت: درج نہیں

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جو اُنھوں نے اپنی مخلوقات کو ڈھیروں ڈھیر عطا فرمائی ہے۔ اس مبارک نعمت کا اظہار ہمارے اردگرد مسلسل اور پیہم ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس سعادت سے بہرہ یاب ایسے بھی نظر آتے ہیں جن کی ظاہری شناخت اور تعارف کا حوالہ دینی وابستگی کا نہیں ہوتا۔ پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ ایک خالصتاً تجارتی ادارہ ہے جس کی صنعتی وتجارتی سرگرمیاں ہی اُس کی شناخت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ اس ادارے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے اعلیٰ پائے کی تحقیقی تصانیف کی اشاعت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

''آثارِ انبیاء وخاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم'' سیرت طیّبہ کی تحقیق کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ خاص طور پر آخری دو دہائیوں میں اس موضوع پر قابلِ ذکر کام ہوا اور متعدد مصور کتابیں منصۂ شہود پر آئیں۔ راقم کے محدود مطالعے کے مطابق اردو زبان میں اس نوعیت کی پہلی کتاب ستمبر ۱۹۹۲ء میں شائع ہونے والی ''سیرت البم'' تھی، جس کی تحقیق وترتیب وتحریر جناب شاہ مصباح الدین شکیل نے کی۔ زیرِ نظر کتاب اسی ''سیرت النبی البم'' کا چھٹا ایڈیشن ہے جو اضافات سے مزیّن ہے۔

یہ کتاب بنیادی طور پر اولوالعزم انبیاء اور پھر خاتم الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے آثار کا تصویری مرقع ہے۔ فاضل محقق ومرتب نے اس مقصد کی خاطر اسفار کر کے براہِ راست ان تصاویر کو حاصل کیا ہے۔ دور دراز مقامات کے نقشے، ایسے مقامات کی موجودہ وقدیم حالت کی عکاسی کرنے والی تصاویر اور پھر شرح وتفصیل کی خاطر لکھے جانے والے مختصر مضامین... اس کتاب کے نمایاں مشمولات ہیں۔ زیرِ نظر ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس موضوع پر بعد میں آنے والی کتابیں بھی صاحبِ تحقیق کے مصادر ومراجع میں شامل ہوگئی ہیں۔

جناب محقق ومرتب سیرت نگاری میں اپنا دلنشیں اسلوب رکھتے ہیں۔ اُنھیں اردو کی شعری روایت کا گہرا مطالعہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تصانیف وتراتیب کے صفحے صفحے کو جس لطافت کے ساتھ چنیدہ اشعار سے سجاتے ہیں وہ اپنی جگہ ایک مستقل جنّتِ نظارہ ہے۔ البتہ یہ ایڈیشن پروف کی اغلاط کے اعتبار سے جناب مرتب کے قائم کردہ اس معیار سے کسی قدر کم ہے جسے اپنی عالی شان تصنیف سیرت احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسی کتاب کی پچھلی اشاعتوں میں وہ برت چکے ہیں۔

عمدہ کاغذ پر دلکش جلد اور سرورق کے ساتھ کتاب کو حسین انداز میں شائع کیا گیا ہے۔ کتاب ہر حیثیت سے قابلِ مطالعہ اور ہر صاحبِ ذوق کی ضرورت ہے۔

● **نام کتاب: ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں　　مصنف: مولانا اللہ وسایا　　مبصر: نعمان سنجرانی**

ناشر: عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان　　ضخامت: 192 صفحات　　قیمت: 150 روپے

اردو ادب میں سفرناموں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن یہ مسافر پر منحصر ہے کہ وہ سفرنامے کو کتنا دلچسپ اور معلومات افزا بنا کر پیش کرتا ہے۔ مسافر کی اپنی شخصیت، ذہنی وفکری وابستگی، تاریخی وسیاسی معلومات، نیز شعر وادب سے دلچسپی اور انشا پردازی اسے اہم بنا دیتی ہے۔

''ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں''، مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا اللہ وسایا کا ۱۱ تا ۱۸ر دسمبر ۲۰۱۳ء کا سفر نامۂ ہند ہے۔ جمعیت علماء ہند کے زیرِ اہتمام ۱۴ر دسمبر ۲۰۱۳ء کو دہلی میں ''امن عالم کانفرنس'' منعقد ہوئی۔ پاکستان سے جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں علماء کا جو وفد کانفرنس میں شرکت کے لیے ہندوستان گیا اس میں مولانا اللہ وسایا بھی شامل تھے۔ مولانا کے اسلوب انشا کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ گفتنی ناگفتنی سب کچھ لکھتے رہتے ہیں اور ہر قسم کے قارئین ان کی تحریروں میں اپنے ذوق کے لیے سامانِ لطف اندوزی تلاش کر سکتے ہیں۔ اس سفر میں وہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں گئے۔ امرتسر، لدھیانہ، سہارن پور، دیوبند اور دہلی سمیت جہاں جہاں ان کے قدم پہنچے وہاں کے تاریخی واقعات، اولیاء کرام کے حالات، خصوصاً علماء دیوبند کے مجاہدانہ کارنامے سفرنامے کا حصہ بنتے چلے گئے۔

مجلس احرار اسلام کے ساتھ مولانا اللہ وسایا کی ''محبت'' شہرۂ آفاق ہے۔ جس کا اظہار وہ اکثر اپنی ''راست و شیریں'' تحریروں میں کرتے رہتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی محبت کی ایک جھلک موجود ہے۔ مجلس احرار اسلام لدھیانہ کے دفتر میں وفد کے اعزاز میں ایک شاندار استقبالیے کا اہتمام کیا گیا۔ جس کے روح رواں مجلس احرار اسلام ہند کے قائد مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی تھے، اس کی روداد میں مولانا لکھتے ہیں۔

''خیر سے یہاں انڈیا کی احرار اسلام کی بھی جمعیت علماء ہند سے نہیں بنتی۔ تصادم تو نہیں لیکن باہمی یکجہتی کی کیفیت بھی نہیں'' (ص ۱۹)

مجموعی طور پر کتاب معلومات افزا ہے۔ کئی بزرگوں کے مختصر احوال یکجا ہو گئے ہیں۔ اکابر کے حالات کو پڑھ کر ایمان کو روشنی اور عمل پر استقامت ملتی ہے۔ اولیاء اللہ کے آثار کی تصاویر، خصوصاً امام شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے مزارات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر علماء دیوبند کے مقابر ومزارات کی تصاویر قاری کی دلچسپی میں اضافے کی باعث ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆......☆

ادارہ

اخبارالاحرار

شہداءِ ختم نبوت کانفرنس چیچہ وطنی کی روداد

(رپورٹ: شاہد حمید) تحریک ختم نبوت مارچ 1953ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرارِ اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام مارچ، اپریل اور مئی کے تین مہینوں میں ملک کے طول وعرض میں شہداء ختم نبوت کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں، جن میں عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد کا تذکرہ ہوتا ہے اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔ چیچہ وطنی کی مرکزی جامع مسجد میں ہونے والی کانفرنس علاقائی سطح پر بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے، جس کے لیے احرار و ختم نبوت اور تحریک طلباء اسلام کے کارکن دن رات ایک کر کے کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لیے احرار کی پرانی روایات کو زندہ کر دیتے ہیں، سُرخ وردیوں میں ملبوس کارکن اور احرار کے سُرخ ہلالی پرچموں نے جامع مسجد اور اس کے اردگرد عجیب سماں باندھ رکھا ہوتا ہے، 2۔ اپریل جمعرات بعد نمازِ عشاء خرابیٔ موسم کے باوجود جامع مسجد چیچہ وطنی میں ہونے والی کُل جماعتی ختم نبوت کانفرنس مجلس احرارِ اسلام کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری کی صدارت میں مجاہد ختم نبوت جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی زیرِ نگرانی منعقد ہوئی جو رات گئے تک جاری رہی، کانفرنس کے مہمانِ خصوصی مرکز سراجیہ کے مدیر اور حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند خواجہ رشید احمد تھے، جبکہ نقابت کے فرائض قاری محمد زاہد نے انجام دیے اس کانفرنس کی روداد کا خلاصہ پیش خدمت ہے، **قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری** نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ 1953ء کی تحریک عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ملک کی نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے لیے تھی جسے حکمرانوں نے ریاستی تشدد سے کچل دیا اور مارشل لاء کا پہلا جبر بھی تحریکِ ختم نبوت پر ہی آزمایا گیا، انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بقاء مدارس و مساجد اور خانقاہوں سے وابستہ ہے، اِن اداروں کو ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے، مذہبی طبقات وطن کے وفادار ہیں ،انہوں نے کہا کہ پاکستانی قوم سعودی عرب سے محبت کرتی ہے، سعودی حکمران حرمین شریفین کے محافظ ہیں، اس لیے ہم اُن کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے، **مولانا زاہد الراشدی** نے کہا کہ مغربی ممالک اور سیکولر لابیاں توہین رسالت اور امتناع قادیانیت قانون کو ختم کرانے کے لیے کوشاں ہیں، اِن لابیوں کو جب توہین رسالت قانون کو ختم کرانے میں ناکامی ہوئی تو مطلق سزائے موت کے خلاف لابنگ کی جارہی ہے، انہوں نے پاکستان کی بنیاد اسلام اور اسلامی تہذیب پر ہے اور تحریک پاکستان، اسلام کے عملی نفاذ پر چلائی گئی، اکیسویں ترمیم کے مسئلہ پر سپریم کورٹ میں اٹارنی جنرل نے حکومتی مؤقف پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”آئین کا کوئی ڈھانچہ ہی موجود نہیں ہے۔“ یہ ایک خطرناک سازش ہے، جس کا ادراک نہیں کیا

جارہا، انہوں نے کہا کہ افغانستان میں امریکی تسلط اور پاکستان میں ڈرون حملے کھلی امریکی جارحیت اور انسان دشمنی ہے ،انہوں نے کہا کہ اگر سعودی عرب کو یمن سے خطرہ ہے تو امریکہ کو کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا کہ شام اور عراق میں مالکی اور بشارالاسد کا ظلم کیوں نظر نہیں آتا ،انہوں نے مجلس احرارِ اسلام کو شہداءِ ختم نبوت کے مشن کو تسلسل کے ساتھ آگے بڑھانے پر خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ وہ اِس جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں ،**سید محمد کفیل بخاری** نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے ،جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ختم نبوت عطا فرمایا جس پر اُمت چودہ سو سال سے کاربند ہے ،انہوں نے کہا کہ اسلام ایک زندہ دین ہے جبکہ مرزا غلام قادیانی اسلام کو مردہ دین قرار دیتا ہے ،انہوں نے کہا کہ دینی قوتیں ،وطنِ عزیز کی حقیقی محافظ ہیں انہیں کو دہشت گرد کہہ کر بدنام کرنے والے دین اور وطن کے دشمن ہیں ،دینی قوتوں کا راستہ روکنے والوں کے سامنے مزاحمتی جدوجہد آئین پاکستان کا تقاضا ہے ۔**سید ضیاء اللہ شاہ بخاری** نے کہا کہ اس وقت عالمِ اسلام شدید مشکلات کا شکار ہے ،کفر ایک ملت ہے ،لیکن ہمارا یقین ہے کہ اللہ ہماری مدد فرمائیں گے ،انہوں نے کہا کہ توحید کے بعد عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی اساس ہے ،انہوں نے کہا کہ پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں کے پیچھے قادیانی ہیں ،ایسے فتنے کے خلاف احرار کی جدوجہد کو سلام پیش کرتا ہوں ،**مولانا سید مظہر شاہ اسعدی** نے کہا کہ تمام حکومتوں نے غلامانہ ذہنیت کو فروغ دیا اور جذبۂ حریت کو دبانے کی کوشش کی جبکہ ہماری تاریخ حریتِ فکر سے بھری پڑی ہے ،انہوں نے کہا کہ پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت ہم نے کرنی ہے ،اسلام کے مقابلے میں کوئی باطل نظام ہمیں قبول نہیں ،ہم پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ سے باہر دینی جدوجہد کو ہر حال میں منظّم کریں گے اور یہی راستہ دہشت گردی ، افراتفری کو روکنے کا راستہ ہے ،**مولانا محمد رفیق جامی** نے کہا کہ یہ شہداء 1953ء کا فیض ہے کہ پاکستان قادیانی اِرتدادی سٹیٹ بننے سے بچ گیا ،انہوں نے کہا کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کر کے پوری دنیا سے طاغوت اور قادیانیت کا خاتمہ ہماری جدوجہد کا محور و مرکز ہے ،**عبداللطیف خالد چیمہ** نے کہا کہ پوری دنیا میں صرف مذہبی طبقات ہی امریکہ اور طاغوت کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں اور سرنڈر ہونے کے لیے تیار نہیں ، حافظ محمد اکرم احرار ،مولانا شاہد عمران عارفی ،مولانا محمد قاسم گجر ،حافظ ناصر محمود ناصر ،حافظ محمد طیب ،حافظ محمد احسن دانش اور محمد ابوہریرہ شاہ نے شہداءِ ختم نبوت کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ،کانفرنس کی ایک قرارداد میں ایک سکہ بند قادیانی (عامر رحمٰن) کو ڈپٹی اٹارنی جنرل آف پاکستان لگائے جانے پر شدید احتجاج کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ اہم عہدوں سے قادیانیوں کو بلاخیر ہٹایا جائے ،کانفرنس میں قومی ایکشن پلان کی حمایت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں اسلامائزیشن ،سود کے خاتمے اور امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کو بھی قومی ایکشن پلان کا حصہ بنایا جائے ۔کانفرنس میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ حکومت حرمین شریفین کے خلاف ہونے والی سازشوں کا حقیقی ادراک کرے اور سیاسی و دینی قیادت کو اعتماد میں لے کر یمن کی صورتحال کے حوالے سے سعودی عرب کی حکومت کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان کرے ۔یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ خرابیٔ موسم کے

باوجود کانفرنس میں دور دراز سے احرار کارکنوں اور مجاہدین ختم نبوت نے قافلوں کی شکل میں بڑی تعداد میں شرکت کی، احرار کارکنوں نے سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے جبکہ پولیس اور سرکاری اداروں کے اہلکار بھی معمول سے زیادہ تعداد میں موجود رہے، کانفرنس رات گئے تک جاری رہی اور حضرت پیرجی عبدالجلیل رائے پوری اور خواجہ رشید احمد کی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کا دورہ کراچی

کراچی (رپورٹ: محمد شفیع الرحمٰن) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ 7/اپریل منگل کی شام کراچی پہنچے، بھائی محمود احمد اور راقم نے استقبال اور خیر مقدم کیا اور اپنے میزبان مفتی عطاء الرحمٰن قریشی کے گھر تشریف فرما ہوئے، 8/اپریل بدھ کو دس بجے صبح عربین اسلامک پبلک اکیڈمی میٹروولِ کراچی کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد و انعامات اور نتائج میں بطور مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی، تقریب کے میزبان مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قریشی اور ان کے معاون طارق قریشی تھے۔ جبکہ مولانا مقصود احمد عباسی، مولانا محمد احتشام الحق، مولانا عبدالغفور مظفر گڑھ، قاری علی شیر قادری، حافظ اسعد قریشی، حافظ سعد قریشی، نعمان عمر، مصطفیٰ طارق، سفیان عمر اور دیگر حضرات نے بھی شرکت کی۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے طلباء وطالبات میں اسناد وانعامات تقسیم کیے، انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ طلباء خوش قسمت ہیں جو آج فتنوں کے دور میں دینی ماحول میں عصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وحی الٰہی اور احکامات الٰہی قیامت تک کے لیے ہیں اور انہی احکامات کے تابع زندگی گزار کر ہم دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، نماز ظہر کے بعد حب چوکی گلشن عمر تشریف لے گئے، جہاں مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قریشی ایک سوسائٹی میں مسجد اور نیا مرکز تعمیر کر رہے ہیں، اِس کے بعد جامعہ فاروقیہ فیز 2 گئے اور جنگل میں منگل جیسی رونق دیکھ کر جامعہ کے حضرات سے فرمایا کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ ''مدارس کو کچھ نہیں ہوتا''۔ واپسی پر جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی میں مولانا مفتی محمد نعیم اور دیگر حضرات سے ملاقات وتبادلہ خیال ہوا، 9/اپریل جمعرات کو ختم نبوت اکیڈمی لندن کے کراچی آفس (قریب بنوری ٹاؤن) تشریف لے گئے، راقم الحروف ہمراہ تھا، وہاں جناب عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب کے عزیز جناب الطاف اور جناب مدثر صاحب سے ملاقات اور ضروری امور کی انجام دہی کے بعد روز نامہ ''جسارت'' کے دفتر تشریف لے گئے، وھاں سے سنیئر صحافی جناب محمود شام کے دفتر (ماہنامہ اطراف) آئی آئی چندریگر روڈ گئے اور جناب محمود شام سے تفصیلی ملاقات اور تبادلہ خیال کیا، بعد نماز مغرب روزنامہ ''اسلام'' کراچی کے دفتر گئے، جناب احمد معاویہ، خالد عمران اور دیگر حضرات سے ملاقات ہوئی، عشاء کے بعد قاری علی شیر قادری کی خصوصی دعوت پر مدرسہ عربیہ سیف الاسلام کھنڈو گوٹھ نارتھ کراچی میں ضیافت میں شریک ہوئے اور 10/اپریل جمعۃ المبارک کو مدرسہ عربیہ سیف الاسلام میں پروفیسر سید عقیل احمد کے درسِ قرآن پاک کی نشست کے اختتام پر عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت کے حوالے سے گفتگو کی بعد ازاں اِسی ادارے میں عصری تعلیم کے طلباء وطالبات سے خطاب ونصیحت

فرمائی اور دینی وتربیتی ماحول میں سکول کی تعلیم کے حصول پر مبارک باد پیش کی ۔احمد فوڈ انڈسٹریز سائٹ کراچی میں جناب سمیع اللہ خان سے نجی ملاقات کے بعد جامع مسجد داؤد سائٹ کراچی میں مولانا محمد احتشام الحق کی دعوت پر نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کیا اور عقیدۂ ختم نبوت مقام صحابہ کرام، تذکرۂ سیدنا ابوبکر صدیق ، دہشت گردی اور امن وامان کے حوالے سے نہایت ہی پر مغز اور مفید گفتگو ہوئی ، بعدازاں مولانا محمد احتشام الحق کی رہائش گاہ ناظم آباد میں ضیافت میں شرکت اور ساتھیوں سے مشاورت ہوئی، راقم الحروف کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے ، بڑی شفقت سے نوازا بعدازاں بھائی محمود احمد کے گھر عشائیہ میں شرکت کی جہاں جمعیت علماء اسلام کے رہنما حافظ احمد علی اور قاری محمد یٰسین تشریف لائے اور انہی دو حضرات نے ائر پورٹ سے جناب عبداللطیف خالد چیمہ صاحب کو الوداع کیا۔

مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کے تبلیغی اسفار

☆ ۲۷؍مارچ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی کے علاقے نظام آباد میں خطبۂ جمعہ، بعدالعصر جلہ جیم میں خطاب

☆ ۲۸؍مارچ بعد نماز عشاء مدینہ مسجد ٹوبہ ٹیک سنگھ میں درسِ ختم نبوت، داعی مولانا عبداللہ صاحب

☆ ۲؍اپریل شہداء ختم نبوت کانفرنس، چیچہ وطنی میں شرکت وخطاب

☆ ۳؍اپریل خطبۂ جمعہ، جامع مسجد شعلی غربی (حاصل پور) احباب احرار سے ملاقات

☆ ۷؍اپریل بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس، ہرن پور (پنڈ دادن خان) میں مولانا تنویر الحسن کے ہمراہ شرکت وخطاب

☆ ۸؍اپریل، راولپنڈی واسلام آباد کے احرار کارکنوں سے بھائی محمد ناصر کی رہائش گاہ پر ملاقات، بعد نماز مغرب مسجد ابوبکر صدیق، جھنگی سیداں راولپنڈی میں مولانا پیر محمد ابوذر کی دعوت پر خطاب۔

☆ ۹؍اپریل، بعد نماز عشاء جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں منعقدہ سیمینار سے خطاب

☆ ۱۰؍اپریل، بھائی محمود کی دعوت پر مسجد لیاقت ٹاؤن فیصل آباد میں خطبۂ جمعہ، بھائی اشرف علی کی رہائش گاہ پر احرار کارکنوں سے ملاقات وگفتگو۔ ☆ ۱۲؍اپریل، رنگ پور ضلع مظفر گڑھ میں تبلیغی واصلاحی جلسہ سے خطاب

☆ ۱۳؍اپریل بعد نماز عشاء چک بھنڈیاں، ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مولانا محمد آصف کی دعوت پر جامع زید کے سالانہ جلسہ سے خطاب، جامع مسجد معاویہ میں حافظ محمد اسماعیل صاحب کے ہمراہ پریس کانفرنس اور احرار کارکنوں سے ملاقات۔

☆ ۱۷؍اپریل، خطبۂ جمعہ کرم پور میلسی ضلع وہاڑی۔ ۲۰؍اپریل، بعد نماز عشاء قاری نعیم سعدی کی دعوت پر جامعہ سعدیہ کریم ٹاؤن فیصل آباد میں سالانہ جلسہ سے خطاب۔

☆ ۲۴؍اپریل، خطبۂ جمعہ، مسجد احرار، میر ہزار ضلع مظفر گڑھ، کارکنان احرار سے ملاقات بعد عصر جامع مسجد ماہڑہ ضلع مظفر گڑھ میں کارکنان احرار سے خطاب۔

مسافرانِ آخرت

☆ چیچہ وطنی میں حافظ محمد عابد مسعود کے ماموں زاد بھائی حاجی محمد فاروق 25/اپریل کو انتقال کر گئے، نماز جنازہ چک نمبر 12-47 ایل میں ادا کی گئی جو قاری محمد قاسم نے پڑھائی۔

☆ چیچہ وطنی میں ہمارے قدیم معاون چودھری عبدالرزاق ایڈووکیٹ کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

☆ پتوکی میں ہمارے بہت ہی مہربان جناب محمد خالد لطیف گھمن کے برادرِ بزرگ مولانا عبدالقادر انتقال فرما گئے

☆ چیچہ وطنی میں قدیم رفیق جماعت مرغوب احمد کی اہلیہ انتقال فرما گئیں۔

☆ چیچہ وطنی میں جماعت کے قدیم کارکن رانا قمرالاسلام کے برادر نسبتی رانا محمد افضل (لودھراں 24/اپریل کو انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 6/11L میں جماعت کے متحرک کارکن عابد علی کی دادی صاحبہ 19/اپریل کو انتقال فرما گئیں۔

☆ چیچہ وطنی میں مسجد ختمِ نبوت رحمٰن سٹی کے خطیب قاضی ذیشان آفتاب کے خالہ زاد بھائی قاضی فیصل ایاز 5/اپریل کو سڑک کے ایک حادثے میں انتقال کر گئے۔

☆ جماعت کے اداروں کے دیرینہ مُعاون خصوصی میاں نذیر حسین کی اہلیہ 22/اپریل کو انتقال کر گئیں، نماز جنازہ 23/اپریل کو جامع مسجد میں ادا کی گئی۔

☆ مولانا سید عبدالستار شاہ نقوی (ساہیوال) طویل علالت کے بعد یکم اپریل کو انتقال کر گئے۔ مرحوم، استاذ العلماء حضرت مولانا نذر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بھانجے تھے، مرحوم کی وصیت تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری پڑھائیں جو اپنی علالت کے باعث نہ پہنچ سکے، نماز جنازہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ (دیپالپور) نے پڑھائی جو جامعہ رشیدیہ نمبر 2 ساہیوال میں ادا کی گئی، عبداللطیف خالد چیمہ، جامعہ رشیدیہ کے مہتمم مولانا کلیم اللہ رشیدی، قاری سعید ابنِ شہید، قاری منظور احمد، شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید تونسوی سمیت علماء کرام، طلباء اور شہریوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک ہوئی۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے مخلص کارکن بھائی محمد مہربان کی والدہ ماجدہ، انتقال بروز جمعہ ۱۰/اپریل ۲۰۱۵ء

☆ ملتان میں نقیب ختم نبوت کے قاری اور ہمارے کرم فرما بھائی جاوید اختر اور حافظ محمد نوید ایڈووکیٹ کی والدہ ماجدہ، انتقال: ۲۷/فروری ۲۰۱۵ء

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق مدرس مولانا وسیم حسن کے والد ماجد، انتقال: ۲۶/اپریل ۲۰۱۵ء

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

امت مسلمہ کی تباہ حالی کا سبب اور علاج

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل واسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جاسکتا ہے کہ علماءِ حق ومرشدین صادقین کا فقدان اور علماء سوء ومفسدین رجالین کی کثرت۔

’’رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا‘‘ (الاحزاب، ۶۷)

ترجمہ: اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کردیا۔

اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے؟ تو اس کو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیے کہ:

’’لَا یَصْلُحُ آخِرُ ھٰذِہِ الاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِہٖ اَوَّلُھَا‘‘

یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی تاوقتیکہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی وحقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ

(البلاغ، جلد اوّل، شمارہ اول، مورخہ ۱۲/ نومبر ۱۹۱۵ء)

بولان کا خالص

سرکہ سیب (ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بندوالوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔

گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت منداور خوبصورت بناتا ہے۔

- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بولان کا خالص

سرکہ سیب (ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔

گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت منداور خوبصورت بناتا ہے۔

- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجددِ بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان